ماہنامہ

اخبار احمدیہ

جرمنی

نومبر 2020ء جلد نمبر 21 شمارہ نمبر 11

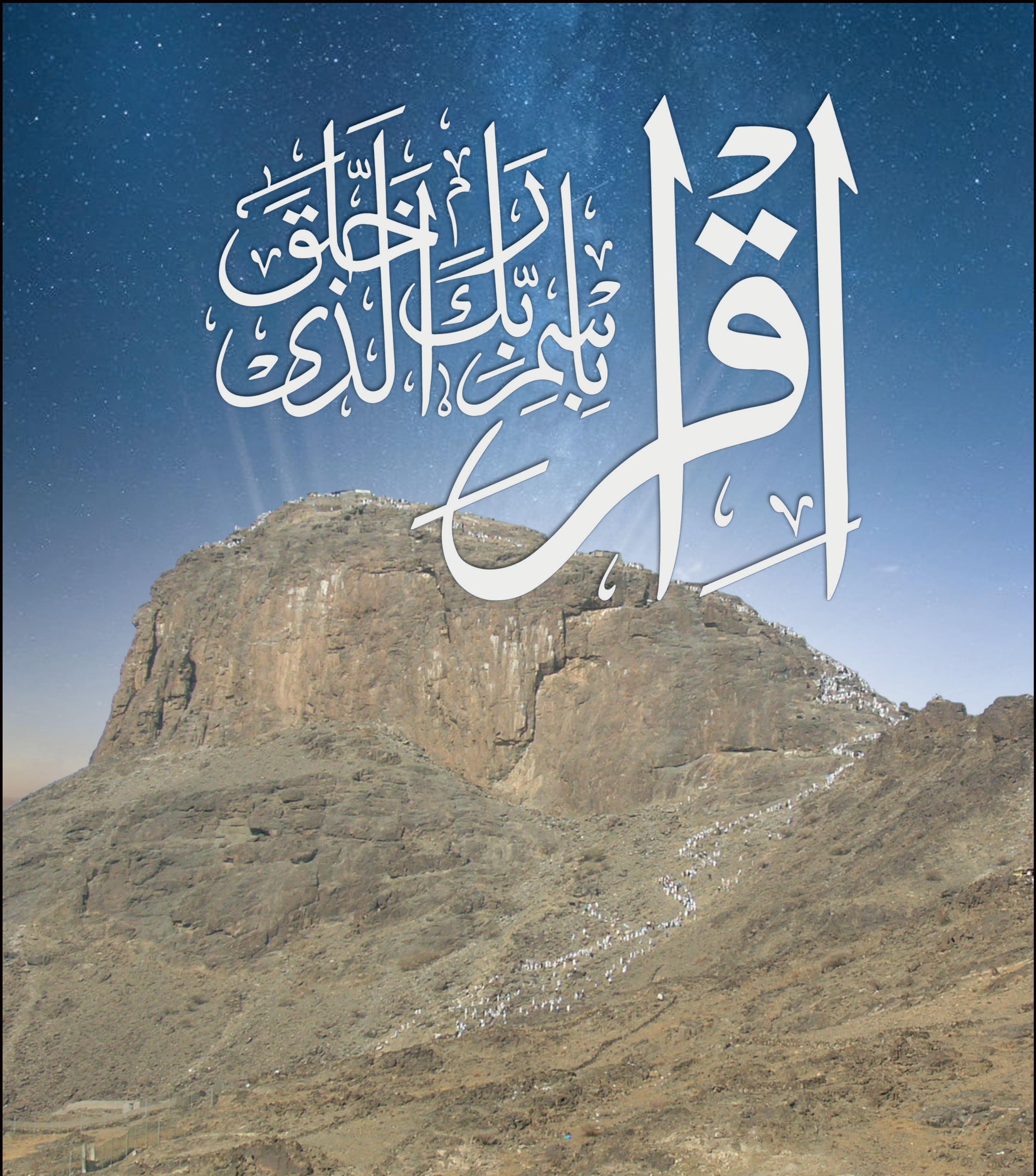

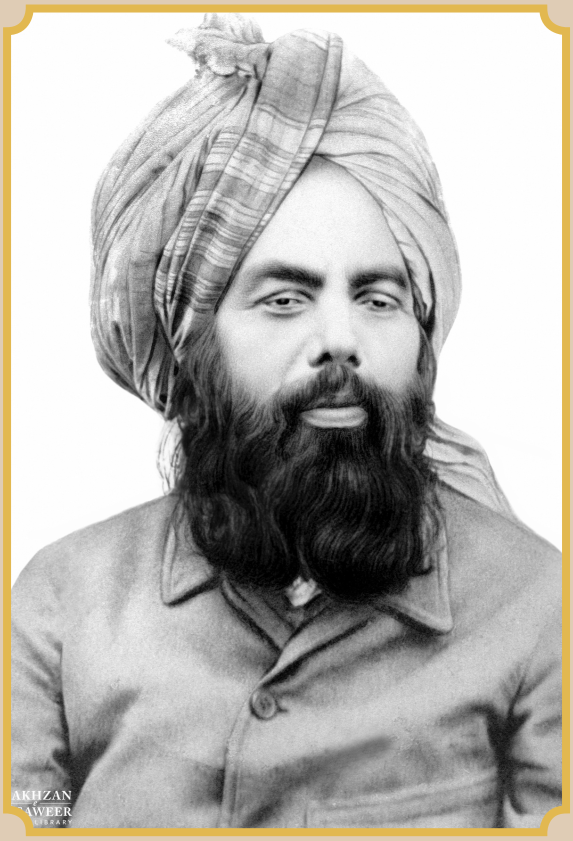

مَیں ہمیشہ تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اُس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اُس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اُس کی جان گداز ہوئی اِس لئے خدا نے جو اُس کے دل کے راز کا واقف تھا اُس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اُس کی مرادیں اُس کی زندگی میں اُس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اُس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذُرّیّتِ شیطان ہے۔

(حقیقۃالوحی۔ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 119-118)

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا
نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مِرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اِک دُوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اِک قمر ہے
اُس پر ہر اِک نظر ہے بدرُ الدّجیٰ یہی ہے

پہلے تو رہ میں ہارے پار اُس نے ہیں اُتارے
مَیں جاؤں اُس کے وارے بس ناخدا یہی ہے

پردے جو تھے ہٹائے اندر کی رہ دکھائے
دِل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے

وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے
وہ طیّب و اَمیں ہے اُس کی ثناء یہی ہے

حق سے جو حکم آئے سب اُس نے کر دکھائے
جو راز تھے بتائے نعم العطاء یہی ہے

آنکھ اُس کی دُوربیں ہے دِل یار سے قریں ہے
ہاتھوں میں شمعِ دیں ہے عینُ الضیاء یہی ہے

جو رازِ دیں تھے بھارے اُس نے بتائے سارے
دولت کا دینے والا فرماں روا یہی ہے

اُس نُور پر فدا ہوں اُس کا ہی مَیں ہوا ہوں
وہ ہے مَیں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

سب ہم نے اُس سے پایا شاہد ہے تُو خدایا
وہ جس نے حق دِکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

(قادیان کے آریہ اور ہم۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 456)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک عظیم علمی و روحانی انقلاب

خانۂ کعبہ کی تعمیر نو کے وقت ابوالانبیاء حضرت ابراہیم نے اپنی نسلوں کے لئے جو درد انگیز دعائیں کی تھیں، ان کا ثمر جب وادی بطحاء میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود میں ظاہر ہوا تو آپ کے اس عظیم الشان روحانی مشن کا نقطہ آغاز ''اقرا'' کا لفظ ٹھہرا۔ آپ کی بعثت کا اعلان کرتے ہوئے ابراہیمی ؑ دعاؤں کے مطابق تعلیم و تزکیہ نفوس اور کتاب وحکمت سکھانے کی عظیم ترین ذمہ داریاں آپ کے سپرد کی گئیں۔ (سورہ جمعہ) گویا ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خمیر ہی تعلیم و تدریس اور تزکیہ جیسے علمی، اخلاقی اور روحانی اقدار سے اُٹھایا گیا تھا۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ساری زندگی اسی عظیم جہاد میں گزار دی۔ گھر میں ہوں یا باہر، مسجد میں ہوں یا بازار میں، حالتِ امن میں ہوں یا میدانِ جنگ میں، ہر ہر قدم پر آپ نے اپنے گرد جمع ہونے والے پروانوں کی ایسی شاندار تعلیم و تربیت فرمائی کہ وہ سونے کی چمکتی ہوئی ڈلی بن گئے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض جنگیں بھی کرنی پڑیں مگر وہ آپ کی مجبوری تھی کیونکہ جنگیں آپ پر مسلّط کر دی گئی تھیں۔ آپ کا اصل مشن تو 'اقرا' سے شروع ہونے والا عظیم تعلیمی و تربیتی سفر ہی تھا۔ اس مشن کی تفصیلات قرآن وحدیث میں بکثرت موجود ہیں۔ قرآن کریم کا تو آٹھواں حصہ سائنسی و فطری علوم پر مشتمل ہے۔ اس کی ہی روشنی میں کہیں ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں یہ نصیحت کرتے سنائی دیتے ہیں کہ مہد سے لحد تک علم حاصل کرو تو کہیں علم حاصل کرنے کو ہر مسلمان کا فریضہ قرار دیتے ہیں۔ اگر جنگی قیدی پکڑے جاتے ہیں تو دنیادار بھاری تاوان لے کر انہیں رہا کرتے ہیں مگر میرے آقا نے کوئی دنیوی فائدہ حاصل کرنے کی بجائے اعلان فرمایا کہ جو قیدی کسی ایک مسلمان کو پڑھنا لکھنا سکھا دے تو اسے رہا کر دیا جائے گا، حالانکہ جنگ بدر کا وہ موقع ہے جب مسلمانوں کو مال کی بہت زیادہ ضرورت تھی۔

اسی اسلامی تعلیم کی بناء پر مسلمانوں کو دنیا بھر کی علمی قیادت کی بھی توفیق ملی، بغداد اور ہسپانیہ جیسے عظیم علمی مراکز کا جدید یورپ کی ترقی میں کردار ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ آج مغرب میں اسلام کی مسخ شدہ تصویر پیش کی جاتی ہے۔ اسی صورت حال کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم روحانی فرزند کو مہدی معہود بنا کر بھیجا تا آپؑ اسلامی تعلیمات کو ان کی اصل شکل میں پیش کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ نے تیس سال سے زائد عرصہ تک اپنے اوقات عزیز کا ایک ایک لمحہ اسلام، قرآن اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں صرف کیا اور گرانقدر لٹریچر تخلیق فرمایا۔ آپ کے بعد آپ کی جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ساری دنیا میں یہ فریضہ ادا کر رہی ہے۔ جماعت احمدیہ کے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی تو گویا تمام تر توجہ اسی مضمون پر مرکوز ہے، آپ بڑے بڑے ایوانوں اور جماعتی تقریبات میں اپنوں اور غیروں کے سامنے اسلامی تعلیمات کی یہی خوبصورت تصویر پیش فرماتے ہیں۔ پس ہم سب کا فرض ہے کہ ہم اپنے آقا کی اتّباع میں دنیا کو اپنے قول و عمل سے بتائیں کہ ہمارا اصل مشن تو علمی، اخلاقی اور روحانی اقدار کا قیام ہے جس کا آغاز ''اقرا'' سے ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

لا اِلٰہ اِلّا اللہ محمد رسول اللہ

اخبار احمدیہ

ماہنامہ

جرمنی

ربیع الاوّل/ربیع الثانی 1442ہجری قمری | نومبر 2020ء | جلد نمبر 21 | شمارہ نمبر 11 | نبوت 1399ہجری شمسی

فہرست مضامین

قال اللہ جلّ جلالہٗ، قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قال المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام	04
تبرکات	05
نظم: ہے یہی وحی خدا عرفانِ مولیٰ کا نشان	06
خطبہ جمعہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلقِ عظیم شجاعت و بہادری	07
ہجری شمسی کیلنڈر کا گیارھواں مہینہ 'نبوت'	14
"اسلام اور اس ملک کے دوسرے مذاہب" لیکچر لاہور	16
عدل و انصاف کے علمبردار ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم	17
مقاماتِ مقدّسہ کی زیارت	21
رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے والے جوڑوں کی تربیت	24
سیرت حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ (قسط دوم)	25
نوبل انعام	29
مادرِ مہربان محترمہ خدیجہ کیتھے شنڈلر	32
کورونا وائرس کی دوسری لہر	33
عائلی زندگی کے اسلامی تصوّر کا مغربی طرزِ زندگی سے موازنہ	37
جماعتی سرگرمیاں: کاسل میں تبلیغی میٹنگز اور نمائش	41
بلانے والا ہے سب سے پیارا (اعلانات وفات)	42
میرے بھائی جان مکرم سیف علی شاہد صاحب مرحوم	43
ملکی و عالمی خبریں	44
ادبی صفحہ: غالب کے خطوط	47

اخبار احمدیہ جرمنی کے تازہ و گزشتہ شمارہ جات مندرجہ ذیل ویب سائٹ پر بھی دیکھے اور پڑھے جا سکتے ہیں

https://www.alislam.org/akhbar-e-ahmadiyya/

مجلس ادارت

سرپرست

محترم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب
امیر جماعت احمدیہ جرمنی

مدیر اعلیٰ

محمد الیاس منیر

مدیر

محمد انیس دیالگڑھی

معاونین

سلطان احمد قمر، مدبّر احمد خان، سید سعادت احمد

پروف ریڈنگ

عبدالرحمٰن مبشر، سید افتخار احمد

ڈیزائننگ و کمپوزنگ

مرزا لطف القدوس، آفاق احمد زاہد، طارق محمود

سرِورق

احسان اللہ ظفر

مینیجر

سید افتخار احمد

کیلیگرافی

سعید اللہ خان

پتہ

شعبہ اشاعت جماعت احمدیہ جرمنی

Genfer Str.11,
60437 Frankfurt am Main, Germany
Email: akhbareahmadiyya@ahmadiyya.de
Tel & Fax: +49-69 50688722

17

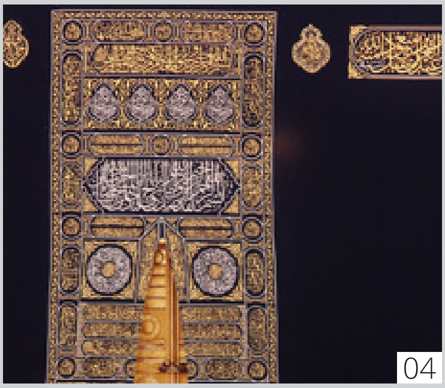
04

07

37

29

21

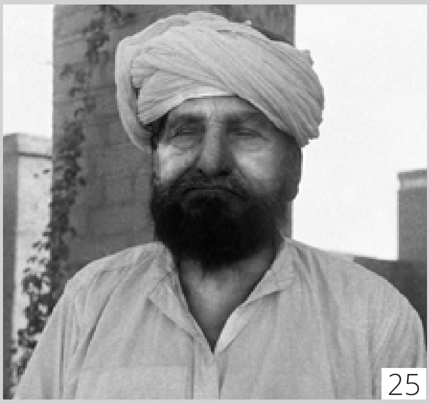
25

32

21

44

33

قال اللہ جل جلالہ

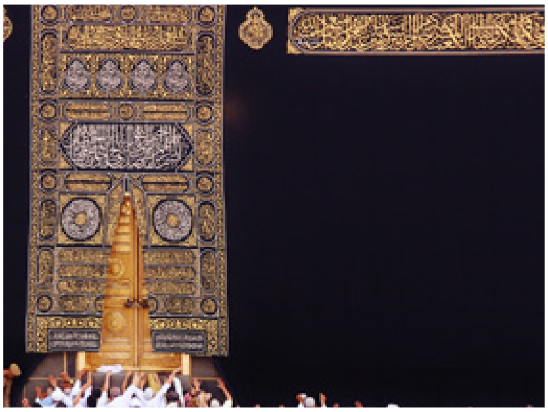

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۚ﴿۲﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۚ﴿۳﴾
اِقۡرَاۡ وَرَبُّکَ الۡاَکۡرَمُ ۙ﴿۴﴾ الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۙ﴿۵﴾ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ ؕ﴿۶﴾

(العلق:6-2)

پڑھ اپنے ربّ کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا۔ اُس نے انسان کو ایک چمٹ جانے والے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ، اور تیرا ربّ سب سے زیادہ معزز ہے۔ جس نے قلم کے ذریعہ سکھایا۔ انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ الأَنْصَارِیَّ، قَالَ(رسول اللهﷺ) وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ، فَقَالَ: فِي حَدِيْثِهِ "بَيْنَا أَنَا أَمْشِی، إِذْ سَمِعْتُ صَوْتًا، مِنَ السَّمَاءِ، فَرَفَعْتُ بَصَرِی فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِی جَاءَنِی بِحِرَاءٍ جَالِسٌ عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ، فَرُعِبْتُ مِنْهُ، فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ زَمِّلُونِی فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى{يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ} إِلَى قَوْلِهِ{وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ}فَحَمِیَ الْوَحْیُ وَتَتَابَعَ

(بخاری۔کتاب بدءالوحی)

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ نے جبکہ وہ وحی کے موقوف ہونے کے متعلق باتیں کر رہے تھے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس اثناء میں کہ میں چلا جارہا تھا یکا یک میں نے آسمان سے ایک آواز سنی اور آنکھ جو اُٹھائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی فرشتہ ہے جو غارِ حرا میں آیا تھا۔ آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ اس سے خوف زدہ ہو کر میں واپس لوٹ آیا اور میں نے کہا: مجھے کپڑا اُوڑھا دو، مجھے کپڑا اُوڑھا دو۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ وحی کی یَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ یعنی اے کپڑا اُوڑھنے والے اُٹھ اور لوگوں کو خطرہ سے آگاہ کر (اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر اور اپنے کپڑوں کو پاک وصاف کر) اللہ تعالیٰ کے اس قول تک اور ہر ایک ناپاک بات سے الگ ہوجا۔ پھر وحی خوب زور سے شروع ہوئی اور لگا تار ہوتی رہی۔

قال المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

خدا وہ خدا ہے جس نے ایسے وقت میں رسول بھیجا کہ لوگ علم اور حکمت سے بے بہرہ ہو چکے تھے اور علومِ حکمیہ دینیہ جن سے تکمیل نفس ہو اور نفوس انسانیہ علمی اور عملی کمال کو پہنچیں بالکل گم ہو گئی تھی اور لوگ گمراہی میں مبتلا تھے۔ یعنی خدا اور اس کی صراطِ مستقیم سے بہت دُور جا پڑے تھے۔ تب ایسے وقت میں خدا تعالیٰ نے اپنا رسول اُمّی بھیجا اور اُس رسول نے اُن کے نفسوں کو پاک کیا اور علم الکتاب اور حکمت سے اُن کو مملو کیا یعنی نشانوں اور معجزات سے مرتبہ یقین کامل تک پہنچایا اور خدا شناسی کے نُور سے اُن کے دلوں کو روشن کیا۔

(ایام الصلح۔ روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 304)

اقرأ باسم ربك الذي خلق

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

’’ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی خلوت اور تنہائی کو ہی پسند کرتے تھے۔ آپؐ عبادت کرنے کے لئے لوگوں سے دور تنہائی کی غار میں جو غارِ حرا تھی چلے جاتے تھے۔ یہ غار اس قدر خوفناک تھی کہ کوئی انسان اس میں جانے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ لیکن آپ نے اس کو اس لئے پسند کیا ہوا تھا کہ وہاں کوئی ڈر کے مارے بھی نہ پہنچے گا۔ آپؐ بالکل تنہائی چاہتے تھے۔ شہرت کو ہرگز پسند نہیں کرتے تھے۔ مگر خدا تعالیٰ کا حکم ہوا {یٰۤاَیُّھَاالْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ} اس حکم میں ایک جبر معلوم ہوتا ہے اور اسی لئے جبر سے حکم دیا گیا کہ آپ تنہائی کو جو آپ کو بہت پسند تھی اب چھوڑ دیں‘‘۔

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 44)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

پہلا الہام جو ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا وہ بھی اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ ہی تھا اور پھر رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا کی تعلیم ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ علم کی کس قدر ضرورت ہے۔ سچے علوم کا مخزن قرآن شریف ہے تو دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ قرآن شریف کے پڑھنے اور سمجھ کر پڑھنے اور عمل کے واسطے پڑھنے کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ (حقائق الفرقان جلد 4 ص 421)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ وہ الفاظ ہیں جن کو پڑھتے ہی انسان کا دل فرطِ محبت سے اُچھلنے لگتا ہے، اُس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو جاتی ہے، اُس کے خوابیدہ جذبات میں ایک حرکت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ کہتا ہے یہ وہ آیات ہیں جن کے ذریعہ مجھے اپنے رب کا وصال حاصل ہوا۔ جن کے ذریعہ انسان اور خدا کا باہمی رشتہ جوڑا گیا اور دوستی کا وہ آخری مرحلہ قائم کیا گیا جو خدا اور بندے کے درمیان ہونا چاہئے۔ پس ابتداء وحی ایک نہایت ہی اہمیت رکھنے اور جذبات میں ہیجان پیدا کرنے والی چیز ہے۔ (تفسیر کبیر جلد 9، ص 226)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

’’اِقْرَاْ علم حاصل کرو۔ سیکھو کتاب سے بھی، سُن کے بھی، وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ اور پھر تم اس نتیجہ پر پہنچو گے کہ ربوبیت کرنے والا ہمارا پیارا خالق جو ہے وہ بڑا اشرف رکھنے والا ہے اس کے شرف کی کوئی انتہاء نہیں۔ وہ اپنی ذات میں بھی شرف رکھتا ہے اور جہاں بھی عزت و شرف آپ کو نظر آتا ہے وہ اسی کی طرف رجوع کرتا ہے اور یہاں یہ بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ نوعِ انسانی کے علوم میں بہت زیادہ ترقی ہوئی اور انسان کی علمی ترقیات جو ہیں ان کے وسیع میدان کھولے جائیں گے‘‘۔

(خطبات ناصر جلد ہشتم ص 495 خطبہ جمعہ 28 دسمبر 1979ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

غار حرا میں اب بھی جو جانے والے جاتے ہیں اور جھانک کر دیکھتے ہیں ان کو ڈر لگتا ہے۔ وہ ایسی جگہ ہے اوّل تو اس کا چڑھنا مصیبت اور پھر اکیلے سفر کرنا اور غار میں جاکے بیٹھے رہنا آج کل بھی جو کمزور دل والے ہیں ان کو ڈر لگتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کئی کئی دن وہاں جا کر ٹھہر جانا یہ آپؐ کی شجاعت کی علامت ہے۔ آپؐ بہت بہادر تھے۔ پس وہ لوگ جو اندھیروں سے ڈرتے ہیں اور جنّوں بھوتوں کا خوف کھاتے ہیں ان کے لئے یہ اسوۂ رسول ایک بہت بڑی علامت ہے اس بات کی کہ خدا والے خوفزدہ نہیں ہوا کرتے۔ جب غیر اللہ کا تصور ہی اٹھ گیا ہو تو نقصان کس نے پہنچانا ہے۔ یہ مضمون جو شجاعت اور توّکل کے ساتھ جڑواں بھائیوں کی طرح ہے۔ دیکھیں جتنا خدا پر اعتماد بڑھے گا جتنا یقین ہوگا اتنا ہی زیادہ غیر اللہ کا خوف اٹھتا جائے گا اور اگر نہیں اٹھے گا تو مومن کا کام ہے کہ ضرور اس کو توڑے اور اس کو ردّ کرے۔

(الفضل انٹرنیشنل لندن، یکم جنوری 1999ء صفحہ 6)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

اللہ تعالیٰ کا اپنے برگزیدوں اور انبیاء سے عجیب سلوک ہوتا ہے۔ وہ چھپتے ہیں اور خدا کی عبادت میں اپنے آپ کو مصروف رکھنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ انہیں حکم دے کر باہر نکالتا ہے اور اس کا کامل اور اعلیٰ ترین نمونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی۔ آپؐ گوشۂ خلوت میں کئی کئی دن غارِ حرا میں اپنے مولا کی یاد میں محو رہتے تھے۔ دنیاوی معاملات سے کوئی رغبت نہیں تھی۔ گو کہ دنیاوی اور گھریلو ذمہ داریاں نبھانے میں بھی آپؐ کے برابر کوئی نہیں تھا اور نہ کوئی ہو سکتا ہے۔ لیکن آپؐ کا اوڑھنا بچھونا، کھانا پینا، اللہ تعالیٰ کی محبت میں سرشار رہنا اور عبادت میں مصروف رہنا تھا اور جب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ غار سے باہر نکلو اور دنیا کو خدائے واحد و یگانہ کی طرف بلاؤ تو آپؐ نے داعی الی اللہ ہونے کا بھی ایسا نمونہ قائم فرمایا جس کی کوئی مثال نہیں مل سکتی۔

(خطبہ جمعہ 12/ جون 2009ء)

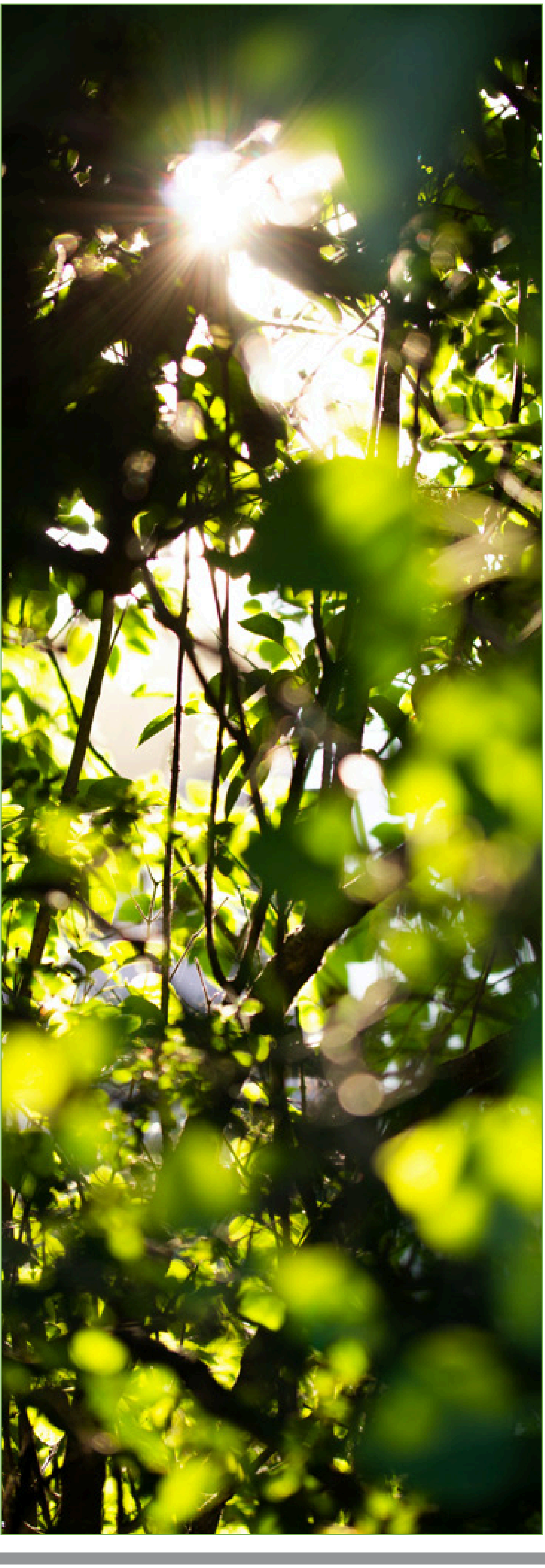

ہے یہی وحیِ خدا عرفانِ مولیٰ کا نشان

ہے غضب کہتے ہیں اب وحیِ خدا مفقود ہے
اب قیامت تک ہے اس اُمت کا قصّوں پر مدار

یہ عقیدہ برخلافِ گُفتۂ دادار ہے!
پر اُتارے کون برسوں کا گلے سے اپنے ہار

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اُس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

گوہرِ وحیِ خدا کیوں توڑتا ہے ہوش کر
اِک یہی دیں کیلئے ہے جائے عِزّ و افتخار

یہ وہ گل ہے جس کا ثانی باغ میں کوئی نہیں
یہ وہ خوشبو ہے کہ قرباں اس پہ ہو مُشکِ تتار

بس یہی ہتھیار ہے جس سے ہماری فتح ہے
بس یہی اِک قصر ہے جو عافیت کا ہے حِصار

ہے خدا دانی کا آلہ بھی یہی اِسلام میں
محض قصّوں سے نہ ہو کوئی بشر طوفاں سے پار

ہے یہی وحیِ خدا عرفانِ مولیٰ کا نشان
جس کو یہ کامل ملے اُس کو ملے وہ دوستدار

(انتخاب از تبلیغ و مناجات۔ درِثمین)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زبان مبارک سے

آنحضرت ﷺ کا خُلقِ عظیم

شجاعت و بہادری

تشہد وتعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیت قرآنی کی تلاوت کی:

الَّذِیۡنَ یُبَلِّغُوۡنَ رِسٰلٰتِ اللّٰہِ وَ یَخۡشَوۡنَہٗ وَلَا یَخۡشَوۡنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰہَ ؕ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ حَسِیۡبًا۔ (الاحزاب:40)

پھر فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے انبیاء کا ایک خُلق بہادری اور جرأت بھی ہوتا ہے۔ اور یہ خدا تعالیٰ پر یقین اور توکّل کی وجہ سے مزید ابھرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو کام ان کے سپرد کئے ہوتے ہیں وہ اس وقت تک انجام نہیں دیئے جاسکتے جب تک جرأت اور بہادری کا وصف ان میں موجود نہ ہو۔ دوسرے اوصاف کی طرح یہ وصف بھی انبیاء میں اپنے زمانے کے لوگوں کی نسبت سب سے زیادہ ہوتا ہے۔

آنحضرت ﷺ جو خاتم الانبیاء ہیں، ان میں تو یہ وصف تمام انسانوں سے بلکہ تمام نبیوں سے بھی بڑھ کر تھا۔ جس کی مثالیں نہ اُس زمانے میں ملتی تھیں، نہ آئندہ زمانوں میں مل سکتی ہیں۔ جس طرح آپ ﷺ نے ہر موقع پر جرأت کا مظاہرہ کیا ہے تاریخ میں کسی لیڈر کی ایسی مثال نظر نہیں آتی بلکہ سوواں، ہزارواں حصہ بھی نظر نہیں آتی۔ انتہائی مشکل حالات میں بھی قوم کا حوصلہ بلند رکھنے کے لئے، اپنے ساتھیوں کا حوصلہ بلند رکھنے کے لئے، ان کو صبر اور استقامت اور جرأت اور اللہ تعالیٰ پر توکل کی تلقین نہ کی ہو۔ اور خود آپؐ کا عمل یہ تھا کہ اگر تنہا بھی رہ گئے اور دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں تب بھی کبھی کسی قسم کے خوف کا اظہار نہیں کیا۔

یہ آیت جو مَیں نے تلاوت کی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو اللہ کے پیغام پہنچایا کرتے تھے اور اس سے ڈرتے رہتے تھے اور اللہ کے سوا کسی اور سے نہیں ڈرتے تھے اور اللہ حساب لینے کے لحاظ سے بہت کافی ہے۔ یہ اللہ کی سنت ہے جو پہلے بھی گزر چکی ہے۔ آنحضرت ﷺ تو سب سے بڑھ کر اس کے اعلیٰ معیار قائم کرنے والے تھے۔ آپؐ کا عمل اور صحابہؓ کی گواہیاں اس بات پر شاہد ہیں کہ خدائے واحد کا پیغام پہنچانے میں جس جرأت کا مظاہرہ آپؐ نے کیا وہ بے مثال ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں یہ جرأت اور اللہ کے علاوہ کسی اور کا خوف نہ کرنا۔

آپؐ میں اس وقت بھی یہ وصف تھا جب آپؐ پر ابھی اللہ تعالیٰ کی وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔ آپؐ کے اُس زمانے کے معمولات کا ذکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک روایت میں اس طرح کیا ہے۔ آپؓ بیان کرتی ہیں کہ شروع شروع میں جب آنحضرت ﷺ پر وحی کا نزول شروع ہوا تو وہ رؤیائے صالحہ کی شکل میں ہوتا تھا یعنی

خوابیں وغیرہ آیا کرتی تھیں۔ کہتی ہیں کہ آپ رات کے وقت (یہ پہلی وحی سے پہلے کا واقعہ ہے) جو کچھ دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح ظاہر ہو جاتا تھا۔ پھر آپ کو خلوت اچھی لگنے لگی تو آپؐ غارِ حرا میں بالکل اکیلے، کئی کئی راتیں خدا تعالیٰ کی عبادت میں گزارتے۔ اور جتنے دن آپؐ وہاں قیام کرتے آپؐ اپنا زادِ راہ ساتھ لے جاتے اور جب یہ ختم ہو جاتا تو حضرت خدیجہؓ کے پاس واپس تشریف لاتے اور کھانے پینے کا مزید سامان ساتھ لے کر دوبارہ غارِ حرا میں چلے جاتے اور عبادتوں میں مشغول ہو جاتے۔ یہاں تک کہ آپؐ پر وحی نازل ہوئی اور آپؐ کے پاس حق آ گیا۔

(بخاری-کتاب بدءالوحی- باب کیف کان بدءالوحی الی رسول اللہ ﷺ)

تو اس میں جہاں آپؐ کی خدا تعالیٰ سے محبت اور عبادتوں کا پتہ چلتا ہے وہاں آپؐ کی اس جرأت کا بھی پتہ چلتا ہے کہ آپؐ بغیر کسی خوف اور ڈر کے کئی کئی راتیں غار میں اور جنگل میں، جہاں کئی قسم کے خطرات ہوتے ہیں، گزارا کرتے تھے۔

اس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"اصل بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُنس اور ذوق پیدا ہو جاتا ہے تو پھر دنیا اور اہل دنیا سے ایک نفرت اور کراہت پیدا ہو جاتی ہے۔ بالطبع تنہائی اور خلوت پسند آتی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی بھی یہی حالت تھی۔ اللہ تعالیٰ کی محبت میں آپؐ اس قدر فنا ہو چکے تھے کہ آپؐ اس تنہائی میں ہی پوری لذّت اور ذوق پاتے تھے۔ ایسی جگہ میں جہاں کوئی آرام کا اور راحت کا سامان نہ تھا اور جہاں جاتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہو، آپؐ وہاں کئی کئی راتیں تنہا گزارتے تھے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کیسے بہادر اور شجاع تھے۔ جب خدا تعالیٰ سے تعلق شدید ہو تو پھر شجاعت بھی آ جاتی ہے اس لئے مومن کبھی بزدل نہیں ہوتا۔ اہل دنیا بزدل ہوتے ہیں۔ ان میں حقیقی شجاعت نہیں ہوتی۔" (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 317 جدید ایڈیشن- الحکم مورخہ 10/ اگست 1905ء صفحہ 2،3)

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ وحی نازل ہونے کے بعد مختلف اوقات میں آپؐ نے کس قدر بہادری اور جرأت کے مظاہرے کئے۔ مکّہ کی تیرہ سالہ زندگی میں یعنی دعویٰ نبوت کے بعد آپؐ کو ہر طرح سے ڈرایا دھمکایا گیا اور آپؐ کے بزرگوں اور پناہ دینے والوں کی پناہیں آپؐ سے ہٹانے کی کوششیں کی گئیں۔ لیکن اس جرأت و شجاعت کے پیکر نے ان کی ذرہ بھی پرواہ نہیں کی۔ اس مکّی زندگی میں آپؐ پر ظلم اور زیادتیوں کے واقعات کی روایات جو ہم تک پہنچی ہیں ان میں سے چند ایک کا ذکر کرتا ہوں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ نے کس بہادری اور جرأت اور بغیر کسی پریشانی اور گھبراہٹ کے اظہار کے ان سب چیزوں کا مقابلہ کیا۔ آپؐ کو فکر رہتی تھی تو اپنے ماننے والوں کی۔ یہ فکر ہوتی تھی کہ ان پر ظلم نہ ہوں۔ روایتوں کو پڑھتے ہوئے بعض دفعہ ذہن

حضور ﷺ جب مکّہ میں تھے تو نہایت جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بے دھڑک خانہ کعبہ کا طواف اور وہاں اپنے طریق پر عبادت کیا کرتے تھے

کے رجحان کے مطابق ایک آدھ پہلو سیرت کا سامنے آتا ہے لیکن اگر دیکھا جائے تو بعض ایسی روایتیں ہیں جن میں ایک ایک حدیث میں آپؐ کی سیرت اور خُلق کے کئی پہلو نظر آتے ہیں۔ حضور ﷺ جب مکّہ میں تھے تو نہایت جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بے دھڑک خانہ کعبہ کا طواف اور وہاں اپنے طریق پر عبادت کیا کرتے تھے۔ قریش مکّہ آپ ﷺ کو جب خانہ کعبہ میں اس طرح عبادت کرتے ہوئے دیکھتے تھے تو بہت غصے میں آ جایا کرتے تھے کہ ہمارے بتوں کو برا بھلا کہتے ہیں اور پھر ہمارے سامنے ہی بغیر کسی جھجک کے اپنے طریق پر اپنی عبادتیں بھی کر رہے ہیں، طواف بھی کر رہے ہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ ایسے ہی ایک موقع پر قریش کا رویہ کیا تھا اس کا ذکر عبداللہ بن عمروؓ بن عاص نے کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک روز میں خانہ کعبہ کے قریب موجود تھا تو قریش کے سب بڑے بڑے لوگ حجرِ اسود کے پاس خانہ کعبہ میں اکٹھے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرنے لگے کہ یہ بتوں کو برا بھلا کہتے ہیں اور ہم نے بڑا صبر کر لیا اور اب صبر کی انتہا ہو گئی ہے۔ تو کہتے ہیں کہ یہ لوگ باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور آپؐ طواف میں مشغول ہو گئے۔ جب آپؐ طواف کرتے ہوئے ان لوگوں کے پاس سے گزرتے تو کفار آپؐ پر آوازے کستے تھے، بیہودہ باتیں آپؐ کے متعلق کرتے تھے۔ چنانچہ تین بار ایسا ہوا۔ کہتے ہیں کہ مَیں نے آنحضور ﷺ کے چہرہ مبارک پر دکھ محسوس کیا اور تیسری دفعہ آوازے کسنے پر آپؐ کھڑے ہو گئے اور آپؐ نے فرمایا کہ اے گروہ قریش! قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ مَیں تم جیسوں کی ہلاکت کی خبر لے کر آیا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ اس بات کا قریش پر ایسا اثر ہوا کہ وہ سکتے کی حالت میں آ گئے۔ اور جو شخص اُن میں سب سے زیادہ بڑھ بڑھ کر باتیں کرنے والا تھا وہ آنحضرت ﷺ سے بڑی نرمی سے بات کرنے لگا اور کہنے لگا کہ آپ تشریف لے جائیں۔ (جو بھی معذرت کی) پھر آپؐ وہاں سے تشریف لے آئے۔ دوسرے روز پھر یہ لوگ اکٹھے ہوئے اور ہر طرف سے آپؐ کو گھیر لیا اور کہنے لگے کہ تم ہی ہو جو ہمارے بتوں میں عیب نکالتے ہو، ہمارے دین کو برا بھلا کہتے ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں مَیں کہتا ہوں۔ تو دیکھیں کس جرأت سے آپؐ اکیلے، تن تنہا ظالموں اور جابروں کے گروہ کے بیچ میں چلے جایا کرتے تھے۔ قطعاً اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ یہ ظالم اور انسانیت سے عاری لوگ آپؐ کے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ اور پھر یہی نہیں بلکہ ان کو للکار کر کہا کہ تم جو آج بڑھ بڑھ کر مجھ سے باتیں کر رہے ہو، مجھ پر باتیں بنا رہے ہو، میرے خلاف غلیظ اور انسانیت سے گری ہوئی گندی زبان استعمال کر رہے ہو یاد رکھو کہ تم لوگوں کی ہلاکت میرے ہاتھوں سے ہونی ہے۔

اب جس کو ذرا سا بھی دنیا کا خوف ہو، وہ ایسی بات نہیں

کرسکتا۔ وہ تو مصلحت کے تقاضوں کی وجہ سے خاموش ہو جائے گا کہ کہیں مجھ سے اَور زیادتی نہ کریں۔ لیکن خدا کا یہ شیر سب کو للکارتا ہے بغیر کسی کی پرواہ کے، بغیر کسی خوف کے، بغیر کسی ڈر کے، اور اس للکار میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رعب ہی ایسا دیا گیا ہے کہ باوجود مضبوط گروہ ہونے کے وہ سب اس بات پر خاموش ہو گئے جیسے جسم سے جان ہی نکل گئی ہو۔ اور پھر اس شرارت کرنے والے نے بڑی عاجزی دکھائی۔ بہرحال ان کی فطرت میں کیونکہ شرارت تو تھی، ان لوگوں کی فطرت میں گند تھا، اگلے دن پھر وہ لوگ اکٹھے ہوئے اور اسی طرح اکٹھے بیٹھے لیکن اب دُور سے آوازے نہیں کسے۔ کیونکہ ایک دن پہلے جو واقعہ ہوا تھا کہ آپؐ کے کہنے پر سب سکتے میں آ گئے تھے، اس وقت اور بھی وہاں لوگ ہوں گے کسی نے کہا ہو گا کہ اس طرح تو ہماری عزت جاتی رہے گی، ہماری عزت خاک میں مل جائے گی اور آپؐ جس مقصد کو لے کے اٹھے ہیں اس میں کامیاب ہو جائیں گے۔ تو اگلے روز ان سب نے دُور سے چر کے لگانے کی بجائے آپؐ کو گھیر لیا۔ اب کوئی راہ فرار نہیں ہے۔ سارے لوگ ارد گرد اکٹھے ہیں۔ پھر پوچھا جا رہا ہے کہ کیا تم ہمارے بتوں کو برا کہتے ہو اور اُن کی برائیاں بیان کرتے ہو۔ آپ ﷺ اس حالت میں بھی فرماتے ہیں، جبکہ ہر طرف سے گھرے ہوئے ہیں، کہ ہاں مَیں صحیح کہتا ہوں۔ کیونکہ یہ جو تمہارے بُت ہیں ان بیچاروں میں تو کوئی طاقت ہی نہیں ہے۔ یہ تو خود تمہارے ہاتھوں سے بنے ہوئے ہیں۔ تو دیکھیں آپؐ نے یہ جواب کس جرأت سے دیا اور اس بات کی کوئی بھی پرواہ نہیں کی کہ یہ لوگ میرے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ اور اگلے ہی لمحے اس بات پر انہوں نے آپؐ پر زیادتی بھی کی۔

چنانچہ راوی کہتے ہیں کہ مَیں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے حضورؐ کی چادر مبارک پکڑ لی اور ابوبکرؓ بھی وہاں موجود تھے۔ وہ یہ حالت دیکھ کر روتے ہوئے کھڑے ہوئے اور قریش سے کہنے لگے کہ کیا تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا ربّ اللہ ہے۔ تب قریش نے آپؐ کو چھوڑ دیا اور وہاں سے چلے گئے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 218 مطبوعہ بیروت)

تو جس ارادے سے اگلے دن جمع ہوئے تھے۔ اس کو پورا بھی کرنا چاہا۔ ان کو پتہ تھا کہ جب ہم آپ ﷺ سے اپنے بتوں کے بارے میں سوال کریں گے تو آپؐ یقیناً بیزاری کا اظہار کریں گے اور اس صورت میں ہم انہیں ماریں پیٹیں گے۔ چنانچہ اسی ارادے سے آپؐ کو پکڑ بھی لیا لیکن حضرت ابوبکرؓ کی حمایت کی وجہ سے چھوڑ دیا۔ شاید کچھ اور لوگ بھی ہوں جنہوں نے شرافت دکھائی ہو تو بہرحال ایسے حالات میں بھی آپ ﷺ انتہائی جرأت کا مظاہرہ کیا کرتے تھے۔

پھر مکّہ میں بھی آپؐ کی جرأت کا وہ واقعہ دیکھیں

> ”چچا! اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں تو پھر بھی میں اس کام کو نہیں چھوڑوں گا“

جب سب سردار جمع ہو کر آپؐ کے چچا حضرت ابو طالب کے پاس آئے کہ اپنے بھتیجے کو روکو کہ اپنی تعلیم نہ پھیلائے ورنہ پھر ہم تمہارا بھی لحاظ نہیں کریں گے۔ اس پر چچا نے آپ ﷺ کو سمجھانے کے لئے بلایا تو آپؐ نے سمجھ لیا کہ اب میرے چچا بھی میری مدد نہیں کر سکتے۔ لیکن اس خیال نے آپؐ کی جرأت میں کمی نہیں کی بلکہ خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس سے یقین میں اور جرأت میں اور اضافہ ہوا۔ اور فرمایا کہ چچا! اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں تو پھر بھی میں اس کام کو نہیں چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو پورا کر دے یا میں خود ہلاک ہو جاؤں۔ پھر وہ واقعہ بھی اکثر سنا ہوا ہے۔ میں بھی پہلے بیان کر چکا ہوں لیکن جب اس واقعہ کو آپ ﷺ کی جرأت اور بہادری کی نظر سے دیکھیں تو ایک اور شان اس کی نظر آتی ہے۔ جب اونٹوں کا ایک تاجر ابوجہل کو اونٹ فروخت کرتا ہے اور اونٹوں پر قبضہ کر لینے کے بعد ابوجہل نے اس کی رقم ادا نہیں کی اور کئی بہانے بنا رہا ہے۔ غریب آدمی بیچارا چکر لگا لگا کر تھک گیا ہے۔ سرداران قریش کے پاس فریاد لے کر گیا کہ مجھ پر رحم کرو اور ابوالحکم سے میری رقم دلوا دو۔ وہ سردار جو خود بھی اس ظالمانہ معاشرے کا حصہ تھے جنہوں نے خود بھی یقیناً کئی لوگوں کی رقمیں ماری ہوں گی اُس غریب الوطن کی مدد کرنے کی بجائے اس سے ٹھٹھا کرتے ہوئے اس کو آپ ﷺ کا راستہ دکھا رہے ہیں۔ اور کسی نیک نیتی سے نہیں دکھا رہے۔ بلکہ اس نیت سے کہ جب یہ آپ ﷺ کے پاس جائے گا تو آپؐ ابوجہل کے خوف کی وجہ سے یا اس کے سردار قریش ہونے کی وجہ سے اور اس وجہ سے بھی کہ وہ آپؐ کا شدید ترین مخالف ہے اس کے پاس جانے سے انکار کر دیں گے۔ لیکن جب وہ غریب آدمی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو بغیر کسی تردّد کے یہ جرأت و شجاعت کا پیکر اس آدمی کے ساتھ چل پڑا اور ابوجہل کے گھر جا کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ ابوجہل گھر سے باہر آیا تو اُسے کہا کہ تم نے اس شخص کے پیسے دینے ہیں۔ ابوجہل نے کہا ہاں دینے ہیں اور ابھی لایا۔ وہ گھر کے اندر گیا اور اس کی رقم لا کر ادا دی۔ تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد آپؐ کے ساتھ تھی۔ اور اس کے نظارے بھی اللہ تعالیٰ نے اس طرح دکھائے کہ ابوجہل کو ایک خوفناک اونٹ نظر آیا۔ پس آپؐ کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین نے ہی یہ جرأت بھی دلائی تھی کہ ایسے خطرناک دشمن کے گھر بغیر کسی حفاظتی سامان کے چلے جائیں۔ اور یہ شجاعت بھی صرف اور صرف آپؐ کا ہی خاصہ تھی۔

پھر دیکھیں جب مکّہ سے ہجرت کی تو پہلی پناہ کی جگہ ایک قریب کی غار تھی۔ دشمن تلاش کرتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔ آپؐ اور حضرت ابوبکرؓ اندر بیٹھے ہوئے تھے اور دشمن اگر چاہتا تو آپؐ کو دیکھ سکتا تھا بلکہ اندر بیٹھے ہوؤں کا خیال تھا کہ ضرور دیکھ بھی لے گا غار بھی کوئی ایسی غار نہیں تھی جس کا منہ تنگ ہو اور اندر سے گہری ہو یا چھپ کے ایک کونے میں آدمی چلا جائے۔ حضرت ابوبکرؓ پریشان ہیں لیکن آپ ﷺ پر پریشانی کے کوئی

آثار نہیں ہیں۔ ایک ہی بات ذہن میں ہے کہ اگر کوئی ڈر یا خوف کسی چیز کا، کسی ذات کا ہونا چاہئے تو وہ خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔ اور جب خدا تعالیٰ کی خاطر کوئی کام ہو رہا ہے تو کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

غار میں بیٹھنے کے واقعہ کو حضرت ابو بکرؓ یوں بیان کرتے ہیں کہ ”میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ غار میں تھا۔ میں نے اپنا سر اٹھا کر دیکھا تو تعاقب کرنے والوں کے پاؤں دکھائی دیئے۔ اس پر مَیں نے رسول کریم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ اگر کوئی نظر نیچے کرے گا تو ہمیں دیکھ لے گا۔ آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا اے ابو بکر! ہم دو ہیں اور ہمارے ساتھ تیسرا خدا ہے۔ تو جہاں یہ واقعہ خدا تعالیٰ کی ذات پر یقین کا اظہار کرتا ہے۔ وہاں آپؐ کی جرأت و شجاعت کا بھی اظہار ہو رہا ہے۔ آپؐ خاموشی سے اشارہ بھی کر سکتے تھے کہ خاموش رہو۔ باہر لوگ کھڑے ہیں بولو نہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کی ذات پر یقین کی وجہ سے آپؐ میں جو جرأت تھی اس کی وجہ سے دشمن کے سر پر کھڑا ہونے کے باوجود اس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ابو بکر فکر نہ کرو، خدا ہمارے ساتھ ہے۔ (بخاری۔ کتاب مناقب الانصار۔ باب ھجرۃ النبی ﷺ واصحابہ الی المدینۃ)

اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

”دشمن غار پر موجود ہیں اور مختلف قسم کی رائے زنیاں ہو رہی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس غار کی تلاشی کرو کیونکہ نشانِ پا یہاں تک ہی آ کر ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن اُن میں سے بعض کہتے ہیں کہ یہاں انسان کا گزر اور دخل کیسے ہو گا مکڑی نے جالا تنا ہوا ہے۔ کبوتر نے انڈے دیئے ہوئے ہیں۔ اس قسم کی باتوں کی آوازیں اندر پہنچ رہی ہیں۔ اور آپؐ بڑی صفائی سے اُن کو سن رہے ہیں۔ ایسی حالت میں دشمن آئے ہیں کہ وہ خاتمہ کرنا چاہتے ہیں اور دیوانے کی طرح بڑھتے آئے ہیں۔ لیکن آپؐ کی کمال شجاعت کو دیکھو کہ دشمن سر پر ہے اور آپؐ اپنے رفیق صادق صدیقؓ کو فرماتے ہیں {لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا} (التوبۃ:40)۔ یہ الفاظ بڑی صفائی کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں کہ آپؐ نے زبان ہی سے فرمایا کیونکہ یہ آواز کو چاہتے ہیں۔ (یعنی یہ الفاظ بولے بغیر تو ادا نہیں ہو سکتے) اشارہ سے کام نہیں چلتا۔ باہر دشمن مشورہ کر رہے ہیں اور اندر غار میں خادم و مخدوم بھی باتوں میں لگے ہوئے ہیں۔ اس امر کی پرواہ نہیں کی گئی کہ دشمن آواز سن لیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ پر کمال ایمان اور معرفت کا ثبوت ہے۔ خدا تعالیٰ کے وعدوں پر پورا بھروسہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کی شجاعت کے لئے تو یہ نمونہ کافی ہے“۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 250-251 جدید ایڈیشن۔ الحکم مورخہ 17/مارچ تا 24/مارچ 1905ء)

پھر دشمن کے چلے جانے کے بعد اور یہ اطمینان ہو جانے کے بعد کہ اب غار سے نکل کر اگلا سفر شروع کیا جا سکتا ہے۔ آپؐ حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ غار سے نکلے اور جو بھی انتظام کیا تھا اس کے مطابق وہاں سواریاں پہنچ گئی تھیں۔ ان پر سوار ہوئے اور سفر شروع ہو گیا۔ لیکن کفار مکّہ نے آپؐ کے پکڑے جانے کے لئے 100 اونٹ کا انعام مقرر کیا ہوا تھا۔ اور اس کے لالچ میں کئی لوگ آپؐ کی تلاش میں نکلے ہوئے تھے۔ ان میں ایک سراقہؓ بن مالک بھی تھے تو ان کا بیان ہے کہ مَیں گھوڑا دوڑاتے دوڑاتے رسول کریم ﷺ کے اس قدر نزدیک ہو گیا کہ میں آپؐ کے قرآن پڑھنے کی آواز سن رہا تھا۔ مَیں نے دیکھا کہ آپؐ دائیں بائیں بالکل نہیں دیکھتے تھے ہاں حضرت ابو بکرؓ بار بار دیکھتے جاتے تھے۔ تو اس حالت میں بھی آپ ﷺ کو کوئی گھبراہٹ نہیں تھی بلکہ آرام سے کلام الٰہی کی تلاوت فرما رہے تھے۔

(بخاری۔ کتاب مناقب الانصار۔ باب ھجرۃ النبی ﷺ واصحابہ الی المدینۃ)

آنحضرت ﷺ کی امن پسند طبیعت لڑائیوں اور جنگوں کو نہیں چاہتی تھی۔ لیکن فطرتی جرأت اور بہادری کو بھی یہ گوارا نہیں تھا کہ دشمن سے اگر مقابلہ ہو جائے تو پھر بزدلی کا مظاہرہ کیا جائے

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا کہ فکر کیوں کرتے ہو اللہ ہمارے ساتھ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین تھا۔ آپؐ کو ہر وقت اور ہر موقع پر یہی یقین ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہمارے ساتھ ہے جس کی وجہ سے خطرناک سے خطرناک موقعے پر بھی آپؐ کو کبھی گھبراہٹ نہیں ہوئی۔

آنحضرت ﷺ کی امن پسند طبیعت لڑائیوں اور جنگوں کو نہیں چاہتی تھی۔ لیکن فطرتی جرأت اور بہادری کو بھی یہ گوارا نہیں تھا کہ دشمن سے اگر مقابلہ ہو جائے تو پھر بزدلی کا مظاہرہ کیا جائے۔ اور آپؐ اپنے صحابہؓ کو بھی یہ نصیحت فرماتے تھے کہ اگر جنگ ٹھونسی جائے تو پھر بزدلی نہیں دکھانی۔

چنانچہ اس بارے میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے ایک موقع پر دشمن سے مقابلے کے لئے اتنا انتظار فرمایا کہ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ پھر آپؐ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو! دشمن سے لڑائی کی تمنا نہ کرو بلکہ اللہ سے عافیت طلب کرتے رہو۔ لیکن جب دشمن سے مڈبھیڑ ہو جائے تو صبر و استقامت دکھاؤ اور اس بات کا یقین کرو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے دعا کی کہ ”اَللّٰھُمَّ مُنْزِلَ الْکِتٰبِ وَمُجْرِیَ السَّحَابِ وَھَازِمَ الْاَحْزَابِ اِھْزِمْھُمْ وَانْصُرْنَا عَلَیْھِمْ“ اے اللہ! جو کتاب نازل کرنے والا ہے۔ بادلوں کو چلانے والا ہے اور دشمن گروہوں کو شکست دینے والا ہے تو ان لوگوں کو شکست دے اور ہمیں اپنی مدد سے ان پر غلبہ عطا فرما۔

(بخاری۔ کتاب الجہاد والسیر۔ باب لا تمنوا لقاء العدو)

اور جب دعاؤں کے ساتھ آپؐ دشمن کے حملوں کا جواب دیتے تھے تو پھر جرأت و بہادری کے وہ اعلیٰ جوہر آپؐ دکھا رہے ہوتے تھے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ صحابہؓ میں سے بڑے بڑے بہادر بھی آپ کی جرأت و بہادری کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے اور اس بات کی گواہی خود صحابہؓ دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں کہ خدا کی قسم جب شدید

لڑائی شروع ہو جاتی تو ہم رسول کریم ﷺ کو ڈھال بنا کر لڑتے تھے۔ اور ہم میں سے بہادر وہی سمجھا جاتا تھا جو رسول کریم ﷺ کے شانہ بشانہ لڑتا تھا۔

(مسلم۔کتاب الجہاد۔باب غزوۂ حنین)

اصولی طور پر جب جنگ ہو رہی ہو تو خطرناک جگہ بھی وہی ہونی چاہئے جہاں آنحضرت ﷺ ہوتے تھے کیونکہ دشمن کی تو یہی کوشش ہوتی ہے کہ جب کسی قوم سے جنگ ہو تو یا مخالف قوم کے لیڈر کو قتل کر دیا جائے یا اس کو گرفتار کر لیا جائے تا کہ اس کی قوم کا حوصلہ پست ہو جائے اور فوجوں کا حوصلہ پست ہو جائے اور جنگ ختم ہو جائے۔ اس لئے دشمن کا سارا زور مرکز کی طرف ہوتا ہے اور خاص طور پر جب آمنے سامنے جنگ ہو رہی ہو، اور قوم کے لیڈر بھی اس میں موجود ہوں تو پھر اندازہ کریں کہ کس طرح شدت کے ساتھ مخالف فوجیں اس مرکز میں پہنچنے کی کوشش کرتی ہوں گی۔ اور آنحضرت ﷺ تو اپنی فطرتی جرأت او ر بہادری کی وجہ سے دشمنوں کے سامنے بہت زیادہ آ جایا کرتے تھے اور پھر ایسے میں آپؐ کے جانثار صحابہؓ بھی کس طرح برداشت کرتے کہ آپؐ کو اکیلا چھوڑیں۔ صحابہ کے لئے بھی جنگ میں یہی سخت ترین مقام ہوتا تھا اور دشمن کی کوشش یہی ہوتی تھی کہ مرکزی ٹارگٹ تو آنحضرت ﷺ تھے اس لئے صحابہ پر حملہ کرنے کی نسبت آپؐ پر حملہ کرنے کی زیادہ کوشش ہوتی تھی۔لیکن دیکھیں کہ آپ ﷺ جیسا لیڈر بھی کسی قوم کو کیا ملا ہو گا کہ جو آپؐ کے ارد گرد اکٹھے ہو رہے ہیں، جمع ہو رہے ہیں کہ دشمن کا حملہ سخت ہے اور آپ ﷺ کو اس سے محفوظ رکھنا ہے۔ وہ یہ اعتراف کر رہے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ان کے لئے ڈھال ہوتے تھے۔ آپؐ بھی اس فکر سے جنگ میں دشمن کے حملوں کو ناکام کرتے تھے، اس فکر سے لڑ رہے ہوتے تھے کہ مَیں نے اپنے صحابہؓ کی حفاظت بھی کرنی ہے اور دشمن کے حملوں کو ناکام بھی کرنا ہے۔ تو یہ تھے جرأت وشجاعت و بہادری کے نمونے جو آنحضرت ﷺ نے دکھائے۔

پھر جنگ بدر کے موقع پر آپؐ کی جرأت و بہادری کا ایک واقعہ ہے۔حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے۔ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے صحابہؓ مدینے سے روانہ ہوئے اور مشرکین سے پہلے بدر کے میدان میں پہنچ گئے۔ پھر مشرکین بھی پہنچ گئے۔ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی آگے نہ بڑھے جب تک مَیں اس سے آگے نہ ہوں۔ (یعنی میرے پیچھے رہنا اور دشمن سے مقابلے کے وقت مَیں ہی سب سے آگے ہوں گا۔)

پھر جب مشرکین آگے بڑھ کر اسلامی فوج کے قریب آئے تب آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس جنت کو حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھو جس کی لمبائی اور چوڑائی آسمانوں اور زمینوں کے برابر ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 3 صفحہ 137-136 مطبوعہ بیروت)

یعنی جب باقاعدہ لڑائی شروع ہو گئی تو پھر سب کو اجازت دی کہ اب اپنے اپنے ہنر دکھاؤ اور اب جنگ میں

> ”یہ بات نبی کی شان کے خلاف ہے کہ جب وہ ایک دفعہ ہتھیار باندھ لے پھر اللہ تعالیٰ کے فیصلہ فرمانے سے پہلے اتار دے“

کود پڑو۔ اب بزدلی نہیں دکھانی۔ اور آپؐ بھی ان میں پیش پیش تھے۔

پھر آپؐ کی جنگ کے بارے میں حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ جب میدان جنگ خوب گرم ہو جاتا اور حضور اکرم ﷺ کے ارد گرد شدید لڑائی شروع ہو جاتی، جیسا کہ مَیں نے کہا کہ زیادہ مرکز کی طرف حملہ ہوتا تھا۔ تو کہتے ہیں کہ ہم رسول کریمؐ کی پناہ لیا کرتے تھے۔ ایسے مواقع پر تمام لوگوں کی نسبت آپؐ دشمن کے زیادہ قریب ہوا کرتے تھے۔ پھر آگے کہتے ہیں کہ بدر میں مَیں نے آپؐ کو دیکھا میں آپؐ کی پناہ لئے ہوئے تھا حالانکہ آپؐ کفار کے بالکل قریب پہنچے ہوئے تھے تو اس روز حضور ﷺ نے سب سے زیادہ سخت جنگ کی۔ جنگ کی شدت میں جب اس طرح آمنے سامنے جنگ ہو رہی ہو تو پتہ نہیں لگتا کہ اپنوں میں کون اپنے ساتھ ہے۔ تو جب حضرت علیؓ نے دشمن کے وار سے بچ کر دیکھا ہو گا یا یہ دیکھا ہو گا کہ مجھے کس نے وار سے بچایا تو دیکھا آپؐ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کھڑے تھے تو حضرت علیؓ کے متعلق مشہور ہے کہ جنگی حربوں کے ماہر تھے اور انتہائی نڈر انسان تھے لیکن آنحضرت ﷺ کی جرأت و بہادری کے بارے میں جو آپ بیان کر رہے ہیں تو آپ ان کی پناہ میں ہیں۔

(الشفاء لقاضی عیاض۔الباب الثانی۔الفصل الرابع عشر۔الشجاعۃ والنجدۃ)

پھر جنگ اُحد کا واقعہ دیکھیں جب بعد مشورہ آپؐ کی مرضی کے خلاف باہر جا کر دشمن سے مقابلے کا فیصلہ ہوا اور بعض صحابہؓ کو بعد میں اپنی غلطی کا احساس بھی ہوا اور اس پر انہوں نے آپ ﷺ کو روکنے کی کوشش بھی کی۔ تو جو جواب آپؐ نے دیا وہ جہاں آپؐ کے توکّل کو ظاہر کرتا ہے وہاں آپؐ کی جرأت وشجاعت کا بھی اس میں خوب اظہار ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ بات نبی کی شان کے خلاف ہے کہ جب وہ ایک دفعہ ہتھیار باندھ لے پھر اللہ تعالیٰ کے فیصلہ فرمانے سے پہلے اتار دے۔ یعنی یا تو خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم ہو یا پھر اب میدان جنگ میں ہی فیصلہ ہو گا۔ اب جنگ سے بچنے کے لئے میں یہ کام نہیں کروں گا یہ جرأت و مردانگی کے خلاف ہے۔ اور نبی بھی وہ نبی جو خاتم الانبیاء ہے وہ اب یہ بزدلی کا کام کس طرح کر سکتا ہے۔ اور پھر جب مسلمانوں کی غلطی کی وجہ سے جیتی ہوئی جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور دشمن نے مسلمانوں کو کچھ نقصان پہنچایا، مسلمان تتر بتر ہو گئے، اس وقت بھی آپؐ ایک مضبوط چٹان کی طرح ڈٹے رہے۔

یہ بھی ایک عظیم واقعہ ہے۔ اس کا مختلف روایات میں ذکر آتا ہے۔ ایک جگہ یوں ذکر ملتا ہے کہ غزوہ احد میں بعض اوقات آنحضرت ﷺ قریباً اکیلے ہی رہ جاتے تھے۔ کسی ایسے ہی موقعہ پر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے مشرک بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا ایک پتھر آپؐ کے چہرہ مبارک پر لگا جس سے آپؐ کا ایک دانت ٹوٹ گیا اور ہونٹ بھی زخمی ہوا۔ ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ ایک اور پتھر جو عبداللہ بن شہاب نے پھینکا تھا اس نے آپؐ کی پیشانی کو زخمی کیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد تیسرا

پتھر جو ابن قمئہ نے پھینکا تھا آپؐ کے رخسار مبارک پر لگا جس سے آپؐ کے خود کی دو کڑیاں آپؐ کے رخسار میں چبھ گئیں۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام – غزوۃ احد – مالقیہ الرسول یوم احد)

آپؐ لہولہان ہو گئے تھے لیکن کوئی پناہ گاہ تلاش نہیں کی کہ جہاں بیٹھ کر پٹی کروائیں اور خون صاف کریں یا آرام کریں۔ اور صرف اس لئے کہ آپؐ کی یہ جرأت دیکھ کر مسلمان بھی جمع ہوں اور دشمن کا مقابلہ کریں جیسا کہ مقابلہ کرنے کا حق ہے۔

پھر دیکھیں اسی زخمی حالت میں جب آپؐ لہولہان تھے، جنگ تقریباً ختم تھی کیونکہ اب کفار اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کر رہے تھے اور مسلمان شہداء کے چہرے بگاڑنے کی کوشش کر رہے تھے۔ یہ اُس زمانے میں رواج تھا کہ ناک کان وغیرہ کاٹ لیتے تھے تو اس وقت جب جنگ ذرا ٹھنڈی ہوئی تو آنحضرت ﷺ اپنے صحابہؓ کے ساتھ ایک محفوظ جگہ پر جانے لگے تو راستے میں ابی بن خلف نے آپؐ کو دیکھ لیا اور پہچان لیا اور آپؐ پر وار کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ اس وقت آپؐ زخمی حالت میں تھے۔ لیکن اس وقت بھی آپؐ نے جرأت کا مظاہرہ کیا۔

اس واقعہ کا ذکر یوں ملتا ہے کہ جنگ اُحد میں رسول اللہ ﷺ زخمی ہونے کے بعد جب صحابہؓ کے ساتھ ایک گھاٹی میں ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ پہاڑی کی طرف جا رہے تھے تو بہرحال ابی بن خلف نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر للکارتے ہوئے پکارا کہ اے محمد! (ﷺ) اگر آج تم بچ گئے تو میری زندگی عبث ہے، فضول ہے صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا ہم میں سے کوئی اس کی طرف بڑھے!۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اسے چھوڑ دو اور راستے سے ہٹ جاؤ۔ اسے میری طرف آنے دو جب وہ رسول اللہ ﷺ کے قریب آیا تو حضور ﷺ نے نیزہ تھام لیا اور آگے بڑھ کر اس کی گردن پر ایک ہی وار کیا جس سے وہ چنگھاڑتا ہوا مڑا اور اپنے گھوڑے سے زمین پر گر گیا، قلابازیاں کھانے لگا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، غزوۃ احد، مقتل ابی بن خلف)

اس حالت میں جو کمزوری کی حالت تھی، خون بے تحاشا بہا ہوا تھا، زخمی تھے، مرہم پٹی بھی کوئی نہیں ہوئی تھی۔ آپؐ نے کسی صحابی کو آگے نہیں بڑھنے دیا بلکہ فرمایا کہ نہیں اس کا علاج میں نے ہی کرنا ہے۔ کیونکہ مکّہ میں ایک دفعہ اس نے آپؐ کو چیلنج دیا تھا کہ آپؐ (نعوذ باللہ) میرے ہاتھ سے مریں گے۔ تو آپؐ نے فرمایا تھا کہ نہیں بلکہ تم میرے ہاتھ سے مرو گے۔ وہ آدمی جو سواری پر بھی تھا، بظاہر ٹھیک بھی تھا، زخمی بھی نہیں تھا۔ آپؐ زخموں سے لہولہان تھے اور سواری پر ہونے کی وجہ سے وہ بہتر طور پر آپؐ پر حملہ کرسکتا تھا۔ اس کے باوجود آپؐ نے اپنی جرأت اور شجاعت کی اعلیٰ مثال قائم کرتے ہوئے صحابہؓ کو کہا کہ نہیں تم پرے ہٹ جاؤ۔ اس کا مَیں علاج کروں گا۔ اور اسی نیزے کے زخم سے وہ بعد میں مکّہ کے راستے میں واپس جاتے ہوئے فوت بھی ہو گیا تھا۔

میں آنحضرت ﷺ کے بارے میں ضرور گواہی دوں گا کہ آپؐ نے دشمن کے شدید حملے کے وقت بھی پیٹھ نہیں پھیری تھی

پھر جرأت اور شجاعت کی ایک اور اعلیٰ مثال ہے۔ غزوہ اُحد کے اگلے دن جب رسول کریم ﷺ اپنے صحابہؓ کے ہمراہ مدینہ پہنچے تو آپؐ کو یہ اطلاع ملی کہ کفار مکّہ دوبارہ مدینہ پر حملہ آور ہونے کی تیاری کر رہے ہیں کیونکہ بعض قریش ایک دوسرے کو یہ طعنے دے رہے تھے کہ نہ تو تم نے محمد (ﷺ) کو قتل کیا۔ (نعوذ باللہ)۔ اور نہ مسلمان عورتوں کو لونڈیاں بنایا اور نہ ان کے مال و متاع پر قبضہ کیا۔ اس پر رسول کریم ﷺ نے ان کے تعاقب کا فیصلہ کیا۔ حضور ﷺ نے اس بات کا اعلان فرمایا کہ ہم دشمن کا تعاقب کریں گے اور اس تعاقب کے لئے میرے ساتھ صرف وہ صحابہؓ شامل ہوں گے جو گزشتہ روز غزوۂ اُحد میں شامل ہوئے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد- ذکر عدد مغازی رسول اللہ- غزوۃ رسول اللہ ﷺ حمراء الاسد)

ایسی حالت میں جب آپؐ خود بھی زخمی تھے اور صحابہ کی اکثریت بھی زخمی تھی بلکہ شاید تمام کے تمام زخمی تھے۔ آپؐ نے اپنے سے بڑے دشمن کے تعاقب کا فیصلہ کیا۔ اور صحابہؓ میں بھی یہ روح پھونکی کہ شجاعت دکھاؤ گے تو کامیابیاں حاصل کرو گے۔ آپؐ کا یہ جرأتمندانہ فیصلہ ایسا تھا کہ جس نے دشمن کو پریشان کر دیا اور وہ جو دوبارہ حملے کی سوچ رہا تھا جب اس نے دیکھا کہ ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے تو وہیں سے واپس مکّہ کی طرف مڑ گیا۔ یہ جنگی لحاظ سے جہاں اہم فیصلہ تھا وہاں آپؐ کی جرأت و شجاعت کا بھی اظہار کرتا ہے۔

پھر جنگ حنین میں آپؐ کی بہادری کی روایت ملتی ہے۔ ابو اسحاق سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک شخص حضرت براءؓ کے پاس آیا اور ان سے پوچھا کہ کیا آپ نے جنگ حنین کے موقع پر دشمن کے مقابلے پر پیٹھ پھیر لی تھی؟۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ مَیں سب کے بارے میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن میں آنحضرت ﷺ کے بارے میں ضرور گواہی دوں گا کہ آپؐ نے دشمن کے شدید حملے کے وقت بھی پیٹھ نہیں پھیری تھی۔ پھر انہوں نے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ ہوازن قبیلے کے خلاف جب مسلمانوں کا لشکر نکلا تو انہوں نے بہت ہلکے پھلکے ہتھیار پہنے ہوئے تھے یعنی ان کے پاس زرہیں وغیرہ اور بڑا اسلحہ نہیں تھا اور ان میں بہت سے ایسے تھے جو بالکل نہتّے تھے۔ لیکن اس کے مقابل پر ہوازن کے لوگ بڑے کہنہ مشق تیرانداز تھے۔ جب مسلمانوں کا لشکر ان کی طرف بڑھا تو انہوں نے اس لشکر پر تیروں کی ایسی بوچھاڑ کر دی جیسے ٹڈی دل کھیتوں پر حملہ کرتی ہے۔ اس حملے کی تاب نہ لا کر مسلمان بکھر گئے۔ لیکن اُن کا ایک گروہ آنحضرت ﷺ کی طرف بڑھا۔ حضورؐ ایک خچر پر سوار تھے جسے آپؐ کے چچا ابوسفیان بن حارث لگام سے پکڑے ہوئے ہانک رہے تھے۔ جب مسلمانوں کو اس طرح بکھرتے ہوئے دیکھا تو آپؐ کچھ وقفے کے لئے اپنے خچر سے نیچے اترے اور اپنے مولا کے حضور دعا کی۔ پھر آپؐ خچر پر سوار ہو کر مسلمانوں کو مدد کے لئے بلاتے ہوئے دشمن کی طرف بڑھے اور آپؐ یہ شعر پڑھتے جاتے تھے۔

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ
أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

میں خدا کا نبی ہوں اور یہ سچی بات ہے لیکن میں وہی عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ یعنی میری غیر معمولی جرأت دیکھ کر یہ نہ سمجھنا کہ میں کوئی فوق البشر چیز ہوں۔ ایک انسان ہوں اور اسی طرح جرأت دکھا رہا ہوں۔ اور آپؐ یہ دعا کرتے جاتے تھے کہ اَللّٰھُمَّ نَزِّلْ نَصْرَکَ اے خدا! اپنی مدد نازل کر۔ پھر حضرت براء نے کہا کہ حضورؐ کی شجاعت کا حال سنو کہ جب جنگ جوبن پر ہوتی تھی تو اس وقت حضورؐ سب سے آگے ہو کر سب سے زیادہ بہادری سے لڑ رہے ہوتے تھے۔ اور ہم لوگ اس وقت حضورؐ کو ہی اپنی ڈھال اور اپنی آڑ بنایا کرتے تھے اور ہم میں سے سب سے زیادہ وہی بہادر سمجھا جاتا تھا جو حضورؐ کے شانہ بشانہ لڑتا تھا۔ (صحیح مسلم کتاب الجہاد باب غزوۂ حنین)

تو کئی جگہوں سے اس کی گواہی ملتی ہے ایک آدھ صحابی کی مثال نہیں ہے۔

تو یہ تھے جنگوں کے واقعات کہ کس طرح آپؐ جرأت دکھاتے تھے اور کس طرح ان جنگوں میں صحابہؓ کی فکر کرتے تھے۔ آپؐ ایک ایسے لیڈر تھے جو ہر وقت اپنی رعایا کی، اپنے ماننے والوں کی فکر میں رہتے تھے۔ ان کی حفاظت کا خیال رکھتے تھے اور راتوں کو اٹھ کر بے خوف ہو کر حالات کا جائزہ لیا کرتے تھے۔

اسی طرح کے ایک واقعہ کا روایت میں ذکر ملتا ہے حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سب انسانوں سے زیادہ خوبصورت تھے اور سب انسانوں سے زیادہ بہادر تھے۔ ایک رات اہل مدینہ کو خطرہ محسوس ہوا۔ کسی طرف سے کوئی آواز آئی اور لوگ آواز کی طرف دوڑے۔ تو سامنے سے نبی کریم ﷺ کو آتے ہوئے ملے۔ آپؐ بات کی چھان بین کر کے واپس آ رہے تھے۔ اور حضرت ابوطلحہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے۔ آپؐ نے اپنی گردن میں تلوار لٹکائی ہوئی تھی۔ آپؐ نے ان لوگوں کو سامنے سے آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا ڈرو نہیں، ڈرو نہیں مَیں دیکھ کر آیا ہوں کوئی خطرے کی بات نہیں ہے۔ پھر آپؐ نے ابوطلحہ کے گھوڑے کے متعلق فرمایا کہ ہم نے اس کو تیز رفتاری میں سمندر جیسا پایا۔
(صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد۔ باب الحمائل وتعلیق السیف بالعنق)

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ ان دنوں مدینے میں دشمن کی طرف سے حملے کا خطرہ تھا جس کی وجہ سے ہر کوئی چوکس رہتا تھا کہ دشمن کہیں اچانک حملہ نہ کر دے۔ ایسے حالات میں جب دشمن کی طرف سے خطرہ بھی ہو اس وقت اکیلے جا کر جائزہ لے کر واپس آنا غیر معمولی جرأت کا اظہار ہے۔ اور پھر اتنی فکر میں، اتنی جلدی میں آپؐ گئے کہ گھوڑے پر زین بھی نہیں ڈالی۔ اسی حالت میں گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر ہی روانہ ہو گئے تا کہ جلدی سے جائزہ لیا جا سکے۔ دوسرے لوگ دوسرے کام کرنے والے لوگ ابھی سوچ رہے ہیں کہ کس طرح جائزہ لیں، کس طرف سے شور کی آواز آئی ہے۔ لیکن آپ ﷺ اپنی قوم کی پریشانی دور کرنے کے لئے ہر طرف سے پھر پھرا کر، تسلی کا پیغام لے کر ان کے نکلنے سے پہلے واپس بھی پہنچ گئے۔ عام حالات میں تو کوئی بھی جائزہ لے سکتا ہے لیکن جیسا کہ میں نے کہا، ایسے حالات میں جب دشمن کی طرف سے خطرہ بھی ہو ایسی جرأت کا مظاہرہ کوئی انتہائی جرأت مند ہی کر سکتا ہے۔ اور یقیناً آپؐ کے علاوہ کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ اس روایت سے آپؐ کے بہترین اور جرأت مند سوار ہونے کا بھی پتہ چلتا ہے کہ گھوڑا ابھی منہ زور تھا (اس کے متعلق یہی مشہور تھا کہ بڑا منہ زور ہے) اور بغیر کاٹھی کے اس پر سوار ہوئے۔ سواری کرنے والے جانتے ہیں کہ ایسے گھوڑے کو قابو کرنا کتنا مشکل ہوتا ہے اور پھر بغیر زین کے۔ غرض کوئی پہلو لے لیں جہاں بھی جرأت و مردانگی کے اظہار کی ضرورت محسوس ہو گی یا نظر آئے گی وہاں اس وصف میں سب سے بڑھی ہوئی ذات ہمیں آنحضرت ﷺ ہی کی نظر آئے گی۔

> لڑائی میں سب سے بہادر وہ سمجھا جاتا تھا جو آنحضرت ﷺ کے پاس ہوتا تھا۔ کیونکہ آپؐ بڑے خطرناک مقام میں ہوتے تھے

حضرت اقدس مسیح موعودؑ آپؐ کی جرأت وشجاعت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

ایک وقت ہے کہ آپ فصاحت بیانی سے ایک گروہ کو تصویر کی صورت حیران کر رہے ہیں۔ ایک وقت آتا ہے کہ تیر و تلوار کے میدان میں بڑھ کر شجاعت دکھاتے ہیں۔ سخاوت پر آتے ہیں تو سونے کے پہاڑ بخشتے ہیں۔ حلم میں اپنی شان دکھاتے ہیں تو واجب القتل کو چھوڑ دیتے ہیں۔ الغرض رسول اللہ ﷺ کا بے نظیر اور کامل نمونہ ہے جو خدا تعالیٰ نے دکھا دیا ہے۔ اس کی مثال ایک بڑے عظیم الشان درخت کی ہے جس کے سایہ میں بیٹھ کر انسان اس کے ہر جزو سے اپنی ضرورتوں کو پورا کر لے۔ اس کا پھل، اس کا پھول اور اس کی چھال، اس کے پتے غرضیکہ ہر چیز مفید ہو۔ آنحضرت ﷺ اس عظیم الشان درخت کی مثال ہیں جس کا سایہ ایسا ہے کہ کروڑہا مخلوق اس میں مرغی کے پروں کی طرح آرام اور پناہ لیتی ہے۔ لڑائی میں سب سے بہادر وہ سمجھا جاتا تھا جو آنحضرت ﷺ کے پاس ہوتا تھا۔ کیونکہ آپؐ بڑے خطرناک مقام میں ہوتے تھے۔ سبحان اللہ! کیا شان ہے۔ اُحد میں دیکھو کہ تلواروں پر تلواریں پڑتی ہیں ایسی گھمسان کی جنگ ہو رہی ہے کہ صحابہؓ برداشت نہیں کر سکتے مگر یہ مرد میدان سینہ سپر ہو کر لڑ رہا ہے۔ اس میں صحابہؓ کا قصور نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بخش دیا بلکہ اس میں بھید یہ تھا کہ تا رسول اللہ ﷺ کی شجاعت کا نمونہ دکھایا جاوے۔ ایک موقع پر تلوار پڑتی تھی اور آپؐ نبوت کا دعویٰ کرتے تھے۔ (یعنی حنین کے واقعہ کا ذکر ہے کہ محمد رسول اللہ میں ہوں) کہتے ہیں حضرتؐ کی پیشانی پر ستر زخم لگے مگر زخم خفیف تھے۔ یہ خُلقِ عظیم تھا"۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ 84 جدید ایڈیشن۔ رپورٹ جلسہ سالانہ 1897ء صفحہ 153-152)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ ﷺ کے ہر اسوہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

(خطبات مسرور جلد سوم ص 249۔ خطبہ جمعہ 22 اپریل 2005ء)

ہجری شمسی کیلنڈر کا گیارہواں مہینہ

نبوت

(مکرم مولانا محمد رئیس طاہر صاحب۔مربی سلسلہ ربوہ)

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں اہل حق کی قومی و ملی زندگی کے لئے اسلامی روایات کو قائم کرنے کی کوشش فرمائی۔ اس سلسلے میں حضورؓ کا ایک اہم کارنامہ یہ ہے کہ حضور نے اپنی جماعت میں سن عیسوی کی جگہ سن ہجری شمسی کو رائج فرمایا۔حضورؓ نے 28/دسمبر 1938ء کو جلسہ سالانہ کے موقع پر قادیان میں سیر روحانی کے موضوع پر بصیرت افروز تقریر میں فرمایا:

”قرآن فرماتا ہے کہ سورج اور چاند یہ دونوں حساب اور تاریخ بتانے کے لئے ہیں... میں نے جب قرآن کریم میں ان آیات کو دیکھا اور ان پر غور و تدبر کیا تو میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ واقعہ میں تاریخ اور حساب کے ساتھ سورج اور چاند دونوں کا بہت بڑا تعلق ہے اور یہ علوم کبھی ظاہر نہیں ہو سکتے تھے اگر سورج اور چاند کا وجود نہ ہوتا......مجھے خیال آیا کہ چاند سے تو ہم پھر بھی کچھ نہ کچھ فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ہجری قمری کیلنڈر ہم میں جاری ہے جس سے لوگ بہت کچھ فائدہ اٹھاتے ہیں مگر سورج سے تو ہم بالکل فائدہ نہیں اٹھا رہے...... میرے نزدیک ضروری تھا کہ جس طرح ہجری قمری بنائی گئی تھی اسی طرح ہجری شمسی بھی بنائی جاتی اور ان دونوں سے فائدہ اٹھایا جاتا“۔

گرمی رخصت ہو چکی تھی اور جاڑے کے موسم کا آغاز تھا کہ مکہ کے نواح میں واقع ایک پہاڑ کی چوٹی پر ایک ویران سی غار کو خدا کا ایک بندہ عظیم عبادات اور دعاؤں کے ساتھ آباد کئے ہوئے تھا۔ ایک روز تنہائی کا عالم اس طرح ٹوٹا کہ خدا تعالیٰ کا فرشتہ مجسم ہو کر اس بندۂ عظیم کے سامنے آ بیٹھا اور حکم دیا کہ ”اقرء“ پڑھو، جواب ملا کہ ”ما انا بقارىٍٕ“ یعنی میں تو اُمّی ہوں، پڑھنا نہیں جانتا۔فرشتہ نے دوسری بار نسبتاً زور دار انداز میں اپنا حکم دہرایا مگر جواب پھر بھی وہی تھا۔ اس پر فرشتہ نے اس بندہ عظیم کو کندھوں سے پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے تیسری مرتبہ جو اپنا حکم سنایا تو طبیعت میں روانی آ گئی اور فرشتہ کے ساتھ پڑھنے لگے:

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَ

یہ فرشتہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے اور بندۂ عظیم حضرت اقدس محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔جنہیں اس طرح سے منصب نبوت پر فائز کیا گیا۔ اُس روز آپ اس قدر گھبرائے کہ فوراً غار سے نکل کر پہاڑ سے اُترے اور سیدھے اپنے اہل خانہ حضرت خدیجہؓ کے پاس پہنچے۔ اول اول تو صرف ”زملونی زملونی“ کہ مجھے کمبل اوڑا دو، مجھے کمبل اوڑا دو کہہ سکے کہ آپ کو گھبراہٹ اور شدید ٹھنڈ لگنے کے باعث آپ کا جسم مبارک کانپ رہا تھا۔ کچھ دیر میں ٹھہراؤ آیا تو اہلِ خانہ سے سارا ماجرا بیان کیا۔ اس پر حضرت خدیجہ نے پہلے تو آپ کو تسلی دی کہ خدا کی قسم آپ کو اللہ تعالیٰ رُسوا نہیں کرے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، صادق القول ہیں، لوگوں کے بوجھ بٹاتے ہیں، معدوم اخلاق کو زندہ کرتے ہیں، مہمان نواز ہیں اور حق کی باتوں میں لوگوں کے مددگار بنتے ہیں۔ (بخاری کتاب بدء الوحی)

پھر آپ کو ایک دینی عالم اور اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جنہوں نے آپؐ کی باتیں سن کر بے اختیار کہا کہ ”یہ تو وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی لاتا تھا۔ اے کاش میں اُس وقت تک زندہ رہوں جب تیری قوم تجھے وطن سے نکال دے گی“۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حیران ہو کر پوچھا کہ ”أَوَ مُخۡرِجِیَّ هُمۡ“ کیا مجھے میری ہی قوم نکال دے گی؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منصب نبوت و رسالت سے سرفراز فرمائے جانے کا یہ قصہ شمسی تقویم کے مطابق ماہ نومبر کا ہے۔چنانچہ اسی مناسبت سے سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی جاری فرمودہ ہجری شمسی تقویم میں اس مہینہ کو نبوت کا نام دیا گیا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کی ذمہ داریاں بتاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

هُوَ الَّذِىۡ بَعَثَ فِى الۡاُمِّيّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيۡهِمۡ وَ يُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَ الۡحِكۡمَةَ وَ اِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ(سورہ جمعہ:3)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا۔ وہ اُن پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں تھے۔

چنانچہ آپ نے اپنے سپرد کی جانے والی ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اپنی جملہ صلاحیتیں صرف کر ڈالیں۔ آپ کی تمام تر کوششوں اور منصوبوں کا محور تعلیم و تربیت، کتاب و حکمت سکھانا اور تزکیہ نفوس تھا اور ان کاموں کے لئے آپ نے اپنی جان تک ہلکان کر دی۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفۡسَكَ اَلَّا يَكُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۴﴾

کیا تو اپنی جان کو اس لئے ہلاک کر دے گا کہ وہ مومن نہیں ہوتے۔ (الشعراء:4)

اخلاق تعلیم کے متعلق آنحضور ﷺ نے فرمایا:

عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ قَدْ بَلَغَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ حُسْنَ الْأَخْلَاقِ"

(موطاامام مالک کتاب الحسن الاخلاق)

حضرت مالک بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نیک اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ قَالَ إِنِّي لَمْ أُبْعَثْ لَعَّانًا وَلَكِنْ بُعِثْتُ رَحْمَةً۔

(مسلم کتاب البر والصلۃ والادب)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے کسی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ مشرکین کے خلاف دعا کریں آپؐ نے فرمایا کہ میں بددعا کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُونِ بَنِي آدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتَّى كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِي كُنْتُ فِيهِ۔ (صحیح بخاری کتاب المناقب)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں بنی آدم کی صدیوں میں بہترین صدی میں مبعوث کیا گیا ہوں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ فَبَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ فَوُضِعَتْ فِي يَدِي۔

(صحیح بخاری کتاب الجہاد والسیر)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے، رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے اور مجھے زمین کے خزائن کی چابیاں عطا کی گئی ہیں۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي كَانَ كُلُّ نَبِيٍّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى كُلِّ أَحْمَرَ وَأَسْوَدَ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تُحَلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَيِّبَةً طَهُورًا وَمَسْجِدًا فَأَيُّمَا رَجُلٍ أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ صَلَّى حَيْثُ كَانَ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ بَيْنَ يَدَيْ مَسِيرَةِ شَهْرٍ وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ۔

(صحیح مسلم کتاب المساجد المواضع الصلوٰۃ)

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کی گئیں۔ ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا گیا ہے جبکہ میں تمام انسانیت کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں، اموال غنیمت مجھ پر حلال کئے گئے ہیں، ساری زمین میرے لئے پاک، صاف اور سجدہ گاہ بنائی گئی ہے پس جس کو جہاں بھی نماز کا وقت ہو جائے وہیں نماز ادا کرے، ایک ماہ کی مسافت کے فاصلے تک رعب کے ساتھ میری نصرت کی گئی ہے اور مجھے شفاعت کا حق عطا کیا گیا ہے۔

تعلیم و تربیت کا انداز سکھاتے ہوئے فرمایا:

عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ إِذَا بَعَثَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِهِ فِي بَعْضِ أَمْرِهِ قَالَ بَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا وَيَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا۔ (صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر)

حضرت ابوموسیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب کسی کو کہیں بھیجتے تو یہ نصیحت ضرور فرمایا کرتے کہ لوگوں کو بشارت دینا اور نفرت نہ پھیلانا اور آسانیاں پیدا کرنا اور تنگی پیدا مت کرنا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

وہ زمانہ کہ جس میں آنحضرت مبعوث ہوئے حقیقت میں ایسا زمانہ تھا کہ جس کی حالت موجودہ ایک بزرگ اور عظیم القدر مصلح ربانی اور ہادیٔ آسمانی کی اشد محتاج تھی اور جو جو تعلیم دی گئی۔ وہ بھی واقعہ میں سچی اور ایسی تھی کہ جس کی نہایت ضرورت تھی۔ اور ان تمام امور کی جامع تھی کہ جس سے تمام ضرورتیں زمانہ کی پوری ہوتی تھیں۔ اور پھر اس تعلیم نے اثر بھی ایسا کر دکھایا کہ لاکھوں دلوں کو حق اور راستی کی طرف کھینچ لائی اور لاکھوں سینوں پر لا الٰہ الا اللہ کا نقش جمادیا اور جو نبوت کی علت غائی ہوتی ہے یعنی تعلیم اصول نجات کے اس کو ایسا کمال تک پہنچایا جو کسی دوسرے نبی کے ہاتھ سے وہ کمال کسی زمانہ میں بہم نہیں پہنچا۔

(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 113)

آپ رسول اللہؐ کی عظمت و شان کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اصل حقیقت یہ ہے کہ سب نبیوں سے افضل وہ نبیؐ ہے کہ جو دنیا کا مربی اعظم ہے۔ یعنی وہ شخص کہ جس کے ہاتھ سے فساد اعظم دنیا کا اصلاح پذیر ہوا جس نے توحید گم گشتہ اور ناپدید شدہ کو پھر زمین پر قائم کیا۔ جس نے تمام مذاہب باطلہ کو حجت اور دلیل سے مغلوب کر کے ہر یک گمراہ کے شبہات مٹائے جس نے ہر یک ملحد کے وسواس دور کئے۔

(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 97)

مزید فرماتے ہیں:

خیال کرنا چاہئے کہ کس استقلال سے آنحضرتؐ اپنے دعویٰ نبوت پر باوجود پیدا ہوجانے ہزاروں خطرات اور کھڑے ہوجانے لاکھوں معاندوں اور مزاحموں اور ڈرانے والوں کے اول سے اخیر دم تک ثابت اور قائم رہے برسوں تک وہ مصیبتیں دیکھیں اور وہ دکھ اٹھانے پڑے جو کامیابی سے بکلی مایوس کرتے تھے اور روز بروز بڑھتے جاتے تھے کہ جن پر صبر کرنے سے کسی دنیوی مقصد کا حاصل ہوجانا وہم بھی نہیں گزرتا تھا بلکہ نبوت کا دعویٰ کرنے سے از دست اپنی پہلی جمعیت کو بھی کھو بیٹھے اور ایک بات کہہ کر لاکھ تفرقہ خرید لیا اور ہزاروں بلاؤں کو اپنے سر پر بلالیا۔ وطن سے نکالے گئے۔ قتل کے لئے تعاقب کئے گئے۔ گھر اور اسباب تباہ اور برباد ہوگیا۔ بارہا زہر دی گئی۔ اور جو خیرخواہ تھے وہ بدخواہ بن گئے اور جو دوست تھے وہ دشمنی کرنے لگے اور ایک زمانہ دراز تک وہ تلخیاں اٹھانی پڑیں کہ جن پر ثابت قدمی سے ٹھہرے رہنا کسی فریبی اور مکار کا کام نہیں۔

(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 108)

”اسلام اور اس ملک کے دوسرے مذاہب“
لیکچر لاہور

تعارف کتب

نوید حمید

اس کتاب کا اردو سے جرمن ترجمہ کرنے کی سعادت مکرم وقاص احمد شاہین صاحب کے حصہ میں آئی، فجزاہ اللہ تعالیٰ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ”لیکچر لاہور“ حضورؑ کے ایک طویل مضمون پر مشتمل ہے جو 3 ستمبر 1904ء کو حضرت عبدالکریم صاحبؓ سیالکوٹی نے پڑھ کر سنایا تھا۔ مولویوں کے مخالفانہ پراپیگنڈے اور منع کرنے باوجود ہزاروں افراد حضور اقدسؑ کا لیکچر سننے کے لیے داتا دربار کے عقب میں واقع ”میلہ رام کے منڈوے“ میں جمع ہوئے۔ اس موقع پر ایک اندازے کے مطابق دس سے بارہ ہزار کے مجمع نے حضورؑ کا یہ مضمون سنا جن میں حضرت سر ظفر اللہ خان صاحبؓ بھی اپنے والد صاحبؓ کے ہمراہ شریک ہوئے تھے۔

اس لیکچر کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود لاہور جانے اور وہاں لیکچرز دینے کا ارادہ کیا تا کہ لوگ براہ راست حضورؑ کی تعلیمات سے آگاہی اور آپؑ کے دعاوی کے بارے میں معلومات حاصل کر سکیں۔ حضورؑ نے اس موقع پر لاہور میں متعدد لیکچر دیے۔ تاہم یہ لیکچر جسے ہزاروں افراد کی موجودگی میں پڑھا گیا بعد میں ”لیکچر لاہور“ کے نام سے شائع ہوا جس کا اصل عنوان ”اسلام اور اس ملک کے دوسرے مذاہب“ تھا۔ جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے حضورؑ نے اس لیکچر میں اسلام کی

تعلیمات کا مسیحیت اور ہندومت کے عقائد سے موازنہ کیا ہے۔ حضور اقدسؑ نے سامعین کو ہندوستان کے لوگوں کی عملی حالت کی طرف متوجہ کرتے ہوئے اس بات کا اظہار فرمایا کہ گو بہت سے اچھی اور نیک باتیں کی جاتی ہیں لیکن ان پر عمل کرنے والے شاذ کے طور پر ہی نظر آتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گناہ سے نجات کے ذریعے کا علم نہیں ہے۔ یہ ذریعہ خدا تعالیٰ کی سچی معرفت ہے۔ اس معرفت کے حصول کی حقیقی اور صحیح تعلیم صرف مذہب اسلام نے دی ہے۔ نہ تو عیسائیت کا عقیدۂ کفارہ اور نہ ہی ہندومت کا ناقص تصور خدا اللہ تعالیٰ کی حقیقی معرفت تک پہنچا سکتا ہے۔ اسی طرح تعقل محض بھی صرف اتنا ہی بتا سکتا ہے کہ خدا ہو سکتا ہے یا ہونا چاہیے۔ لیکن یہ بھی حقیقی خدا کا چہرہ دکھانے سے قاصر ہے۔ نجات کا ذریعہ خدا کی حقیقی معرفت ہے جو خدا خود عطا فرماتا ہے۔ اس ضمن میں حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:

”جو علم خدا نے مجھے دیا ہے وہ یہی ہے کہ اس آتش خانہ سے نجات ایسی معرفتِ الٰہی پر موقوف ہے جو حقیقی اور کامل ہو۔ کیونکہ نفسانی جذبات جو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں وہ ایک کامل درجہ کا سیلاب ہے جو ایمان کو تباہ کرنے کے لئے بڑے زور سے بہ رہا ہے۔ اور کامل کا تدارک بجز کامل کے غیر ممکن ہے۔ پس اسی وجہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے ایک کامل معرفت کی ضرورت ہے۔“

(لیکچر لاہور۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 149)

حضور اقدسؑ معرفت تامہ کے حصول کی اہمیت کے بارے میں مزید فرماتے ہیں:

”مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر نوحؑ کی قوم کو وہ معرفت تامہ حاصل ہوتی جو کامل خوف کو پیدا کرتی ہے تو وہ کبھی غرق نہ ہوتی۔ اور اگر لوطؑ کی قوم کو وہ پہچان بخشی جاتی تو اُن پر پتھر نہ برستے۔ اور اگر اس ملک کو ذاتِ الٰہی کی وہ شناخت عطا کی جاتی جو بدن پر خوف سے لرزہ ڈالتی

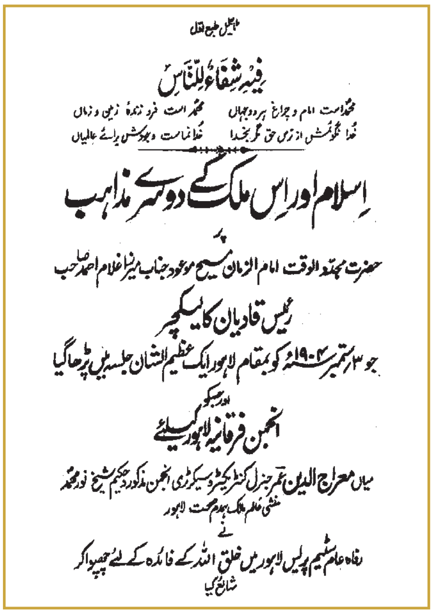
باجل طبع اوّل

فیہ شفاء للناس

محمد است امام و چراغ ہر دو جہاں — محمد است فروزندۂ زمین و زماں
خدا نگویمش از ترس حق مگر بخدا — خدا نما است وجودش برائے عالمیاں

اسلام اور اس ملک کے دوسرے مذاہب

پر

حضرت مجدد الوقت امام الزمان مسیح موعود جناب میرزا غلام احمد صاحب

رئیس قادیان کا لیکچر

جو ۳ ستمبر ۱۹۰۴ء کو بمقام لاہور ایک عظیم الشان جلسہ میں پڑھا گیا

اور جسکو

انجمن فرقانیہ لاہور کیلئے

میاں معراج الدین عمر جنرل کنٹریکٹر و سیکرٹری انجمن مذکور و حکیم شیخ نور محمد منشی غلام ملک ہمدم صحت لاہور

نے

رفاہ عام سٹیم پریس لاہور میں خلق اللہ کے فائدہ کے لیے چھپوا کر شائع کیا

ہے تو اِس پر طاعون سے وہ تباہی نہ آتی جو آ گئی۔ مگر ناقص معرفت کوئی فائدہ پہنچا نہیں سکتی۔ اور نہ اس کا نتیجہ جو خوف اور محبت ہے کامل ہو سکتا ہے۔ ایمان جو کامل نہیں وہ بے سُود ہے۔ اور محبت جو کامل نہیں وہ بے سُود ہے۔ اور خوف جو کامل نہیں وہ بے سُود ہے۔ اور معرفت جو کامل نہیں وہ بے سُود ہے۔ اور ہر یک غذا اور شربت جو کامل نہیں وہ بے سُود ہے۔ کیا تم بھوک کی حالت میں صرف ایک دانہ سے سیر ہو سکتے ہو؟ یا پیاس کی حالت میں صرف ایک قطرہ سے سیراب ہو سکتے ہو؟ پس اے سُست ہمتو! اور طلبِ حق میں کاہلو! تم تھوڑی معرفت سے اور تھوڑی محبت سے اور تھوڑے خوف سے کیونکر خدا کے بڑے فضل کے اُمیدوار ہو سکتے ہو؟ گناہ سے پاک کرنا خدا کا کام ہے اور اپنی محبت سے دل کو پُر کر دینا اسی قادر و توانا کا فعل ہے اور اپنی عظمت کا خوف کسی دل میں قائم کرنا اُسی جناب کے ارادہ سے وابستہ ہے۔“

(لیکچر لاہور۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 151)

الغرض حضورؑ نے اس لیکچر میں معرفت الٰہی کے حصول کے اہم اور اساسی نوعیت کے حامل مضمون کو کھول کھول کر بیان فرمادیا ہے۔ ہم احمدی بے انتہا خوش قسمت ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ سے زندہ تعلق کا مضمون جو باقی مذاہب اور فرقوں کے لیے ایک قصۂ پارینہ بن چکا ہے ہمارے پیارے امام الزماںؑ نے اس کتاب میں اس مضمون کو نہایت ہی عام فہم اور اثر انداز میں ہمارے سامنے پیش فرمادیا ہے جس کے لیے ہم خدا تعالیٰ کا جتنا بھی شکر بجالائیں کم ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

(محمد الیاس منیر۔ مربی سلسلہ)

عدل و انصاف کے علمبردار
ہمارے پیارے نبی ﷺ

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی بعثت کی ایک اہم غرض قرآنِ کریم میں یہ بیان فرمائی ہے کہ

"ہم نے یقیناً اپنے رسول کھلے کھلے نشانوں کے ساتھ بھیجے اور ان کے ساتھ کتاب اُتاری اور عدل کا ترازو بھی تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہ سکیں"۔ (الحدید:26)

اس قرآنی بیان کے پیش نظر یوں تو ہر نبی علیہ السلام نے اپنے اپنے حالات کے مطابق عدل و انصاف کی تعلیم دی مگر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے عدل و انصاف کا علم سب سے زیادہ بلند کیا کہ آپ سب نبیوں کے سردار تھے۔ آپ ﷺ کی سیرت کے اس پہلو کا ذکر آپ کی بعثت کی اُن پیشگوئیوں میں بھی خصوصی طور پر ملتا ہے جو گذشتہ صحائف میں موجود ہیں۔ چنانچہ بائبل آنے والے عظیم الشان نبیؐ کے بارہ میں کہتی ہے:

"وہ قوموں کے درمیان عدالت کرے گا"

(یسعیاہ باب 2 آیت 4)

پھر اسی کتاب میں ایک دوسری جگہ کیسی وضاحت کے ساتھ اُس عظیم نبیؐ کے ظہور کی پیشگوئی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

دیکھو میرا خادم جس کو میں سنبھالتا ہوں۔ میرا برگزیدہ جس سے میرا دل خوش ہے، میں نے اپنی روح اس پر ڈالی۔ وہ قوموں میں عدالت جاری کرے گا۔.......... وہ راستی سے عدالت کرے گا، وہ ماندہ نہ ہوگا اور ہمت نہ ہارے گا جب تک کہ عدالت کو زمین پر قائم کر لے۔

(یسعیاہ باب 42 آیت 1-4)

اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام نے اس موعودِ اقوامِ عالم کے لئے دعائیہ رنگ میں یوں پیشگوئی فرمائی:

اے خدا! بادشاہ کو اپنے احکام اور شاہزادہ کو اپنی صداقت عطا فرما۔ وہ صداقت سے تیرے لوگوں کی اور انصاف سے تیرے غریبوں کی عدالت کرے گا۔ اِن لوگوں کے لئے پہاڑوں سے سلامتی کے اور پہاڑوں سے صداقت کے پھل پیدا ہوں گے۔ وہ اِن لوگوں کے غریبوں کی عدالت کرے گا، وہ محتاجوں کی اولاد کو بچائے گا اور ظالم کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا۔

(زبور باب 72 آیت 1-4)

زرتشتی مذہب کی کتب میں بھی آنحضور ﷺ کی بحیثیت عدل و انصاف کے علمبردار بعثت کا ذکر ملتا ہے، جن میں سے ان کی ایک کتاب میں حضرت زرتشت کے خلیفہ جاماسپ کے حوالہ سے لکھا ہے:

"ایک مرد زمینِ عرب سے نکلے گا جو نسلِ ہاشم سے ہوگا۔ بزرگ سر، مقدس وجود اور بزرگ پنڈلیوں والا۔ جو اپنے جدّ کے مذہب پر ہوگا اور سپاہِ کثیر کے ہمراہ ایران پر حملہ کرے گا اور ایران کو گویا از سر نَو آباد کرے گا اور زمین اس کے انصاف سے بھر جائے گی حتّٰی کہ بھیڑیئے بکری کے ساتھ پانی پیئیں گے اور آفتاب اُس

مرد کے رُخ پر۔ کوہ ودشت انسانوں اور حیوانوں سے پُر ہو جائیں گے‘‘۔

(جاماسپ نامہ فارسی، بحوالہ ’’محمد عربی‘‘ از قمر اجنالوی صاحب)

ان پیشگوئیوں کے عین مطابق ہمارے پیارے نبی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ ﷺ دنیا میں عدل وانصاف کے قیام کا عالمگیر مشن لے کر مبعوث ہوئے۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ قرآن کریم کی تعلیمات سے ہی عبارت تھی جس پر کان خلقه القرآن سند ہے۔ چنانچہ قرآن کریم، جس میں ہر ہر مقام پر عدل کی تعلیم دی گئی ہے، اُس پر بھی تمام زندگی آپ ﷺ کا عمل رہا اور زندگی کے ہر شعبہ میں عدل وانصاف کے قیام میں ساری عمر صرف کر دی۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے اصولی اور بنیادی طور پر ہدایت دیتے ہوئے فرمایا کہ

یقیناً اللہ عدل کا اور احسان کا اور اقرباء پر کی جانے والی عطا کی طرح عطا کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور ناپسندیدہ باتوں اور بغاوت سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تا کہ تم عبرت حاصل کرو۔ (النحل:91)

چنانچہ آپ کی حیات طیبہ پر ایک نظر ڈالنے سے ہی آپ ﷺ ہر قسم کے معاملات میں عدل کی باریک ترین راہوں پر چلتے ہوئے دِکھائی دیتے ہیں بلکہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں عدل سے بڑھ کر احسان سے بھی اونچے مقام اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی پر فائز نظر آتے ہیں۔

عدل و انصاف کے حوالہ سے آپؐ کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہوئے سب سے پہلے اولاد کا ذکر کرتے ہیں جس کے ساتھ عدل کرنے کا تاکیدی حکم دیا۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک انصاری صحابی بیٹھے ہوئے تھے کہ اُن کا بیٹا بھی اس مجلس میں آ گیا، جب وہ وہاں آیا تو اس کے باپ نے اُسے پیار سے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے بوسہ دیا اور اپنے پاس بٹھالیا، پھر چند لمحوں بعد اس کی بیٹی بھی وہاں آ گئی، لیکن اس کے آنے پر اس صحابی نے اس کے ساتھ بیٹے جیسا سلوک نہیں کیا۔ یہ نظارہ دیکھ کر ہمارے پیارے آقا نے گہرے افسوس میں ڈوب کر اُسے نصیحت فرمائی:

لَوْ عَدَلْتَ كَانَ خَيْرًا لَكَ قَارِبُوا بَيْنَ أَبْنَائِكُمْ وَلَوْ فِي الْقُبَلِ

یعنی کاش کہ تو نے اس موقع پر عدل سے کام لیا ہوتا تو تیرے لئے خیر وبرکت کے سامان ہوتے۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے بچوں میں سلوک کرنے میں انصاف سے کام لیا کرو خواہ بوسہ لینے کا ہی سوال ہو!

(مصنف الصنعائی، کتاب الوصایا)

یہ تو جذباتی کیفیت کا ذکر تھا، مادی طور بھی آپؐ نے بچوں کے درمیان کامل انصاف کرنے کی ہدایت فرمایا کرتے تھے کہ اگر ایک بچے کو کوئی تحفہ دیتے ہو تو دوسرے کو بھی دو، اِعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ فِي الْعَطِيَّةِ۔

(بخاری کتاب الھبۃ)

گھر کا اہم فرد بیوی ہوتی ہے، اِس کے بارے میں جو تعلیم قرآن کریم نے دی اور جو ہدایات شارع علیہ السلام نے اِس آسمانی تعلیم کی روشنی میں جاری فرمائیں اور جو پاک نمونہ قائم فرمایا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر بیویوں کے حقوق بیان کر کے عدل قائم کرنے کا حکم دیا ہے اور تان اس بات پر توڑی ہے کہ

اور تم یہ توفیق نہیں پاسکو گے کہ عورتوں کے درمیان کامل عدل کا معاملہ کرو خواہ تم کتنا ہی چاہو۔ اس لئے (یہ تو کرو کہ) کسی ایک کی طرف کلیتاً نہ جھک جاؤ کہ اس (دوسری) کو گویا لٹکتا ہوا چھوڑ دو۔ اور اگر تم اصلاح کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو یقیناً اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

یہ تعلیم کوئی آسان تعلیم نہیں لیکن ہمارے آقا نے اسے قابل عمل بنا کر دکھایا اور آپؐ کے اس اسوہ پر آپؐ کے گھر میں بیک وقت رہنے والی نو ازواج مطہرات گواہ ہیں، نان ونفقہ اور دیگر تمام حقوق کی ادائیگی میں کمال عدل سے کام لیتے حتّٰی کہ سفر پر جانا ہوتا تو بھی فیصلہ قرعہ اندازی سے فرماتے۔ بعض اوقات اِن خواتین مبارکہ میں طبعاً جذبہ غیرت بھی پیدا ہو جاتا مگر آنحضور ﷺ اس نازک موقع پر بھی کامل انصاف سے کام لیتے اور کسی نہ کسی طرح اس کا حل تلاش فرمالیتے خواہ اس کے لئے ذاتی قربانی ہی کرنا پڑتی، ایک دفعہ آپ کی باری حضرت عائشہؓ کے ہاں تھی، کسی اور بیوی نے کچھ کھانا وہاں بھجوا دیا۔ حضرت عائشہؓ کی رسول اللہ ﷺ سے محبّت نے یہ گوارا نہ کیا کہ ان کی باری میں کوئی اور بیوی حضورؐ کی خدمت کا شرف پائے۔ انہوں نے غصہ میں کھانے سے بھرا وہ پیالہ زمین پر دے مارا۔ کھانا گر گیا اور پیالہ ٹوٹ کر بکھر گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی یہ سب دیکھا اور کمال تحمل سے ایثار کا مظاہرہ کرتے ہوئے زمین پر گرا ہوا کھانا جمع کرنا شروع کر دیا، حضرت عائشہؓ کے لئے تو یہی کافی تھا، مگر حضورؐ نے اس پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ عدل کا تقاضا پورا کرنے کی راہ میں اپنی سب سے لاڈلی بیوی عائشہؓ کے ساتھ بھی کسی قسم کی رعایت نہ کی بلکہ ہدایت فرمائی کہ جو پیالہ توڑا ہے اُس کے بدلہ اب اپنا کوئی برتن واپس کرو۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ نے ایسا ہی کیا۔ آنحضور ﷺ کی ازدواجی زندگی کے اس قسم کے بے شمار واقعات اس امر پر گواہ ہیں کہ حتی الامکان اپنے اِس قلبی میلانِ محبت کو بھی عدل کی راہ میں حائل نہ ہونے دیتے اور دعا کرتے:

’اے اللہ! نان ونفقہ کی تقسیم میں جس میں مجھے اختیار ہے، پورے عدل سے کام لیتا ہوں مگر جس میں میرا اختیار نہیں یعنی قلبی میلانِ محبت، اس میں مجھے معاف فرما دینا‘۔ (ابوداؤد)

اللّٰھم صل علیٰ محمدٍ و اٰل محمدٍ

قرآن کریم میں عدل وانصاف کا ایک نازک پہلو اس طرح سے بیان ہوا ہے:

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر گواہ بنتے ہوئے انصاف کو مضبوطی سے قائم کرنے والے بن جاؤ خواہ خود اپنے خلاف گواہی دینی پڑے یا والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف۔ خواہ کوئی امیر ہو یا غریب دونوں کا اللہ ہی نگہبان ہے۔ پس اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرو مبادا عدل سے گریز کرو۔ اور اگر تم نے گول مول بات کی یا پہلوتہی کر گئے تو یقیناً اللہ جو تم کرتے ہو اس سے بہت باخبر ہے۔ (النساء:136)

گویا جہاں عدل کا سوال پیدا ہوجائے تو شریعت اسلامیہ کے نزدیک انسان کے اپنے نفس کی کوئی حیثیت ہے اور نہ ہی اس کے عزیز ترین رشتہ داروں کا کوئی لحاظ باقی رہتا ہے۔ حتّٰی کہ سربراہ مملکت اور عام شہری میں بھی بطور گواہ کسی امتیاز کا تصور تک نہیں ہے۔ چنانچہ آنحضور ﷺ کے پاکیزہ سوانح میں ایسے متعدد واقعات ہیں کہ آپ مدّعی کے سامنے انصاف کے کٹہرے میں بلا تامل کھڑے نظر آتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک یہودی آیا اور اپنے قرض کی واپسی کا مطالبہ ایسی درشتی سے کرنے لگا کہ آپؐ کے پاس بیٹھے صحابہ کو سخت ناگوار گزرا اور وہ اُسے اس رویہ سے باز رکھنے کے لئے آگے بڑھے تو آپؐ نے انہیں سختی سے روک دیا اور فرمایا کہ اس وقت اُسے بات کرنے کا حق ہے، اُسے کیوں روکتے ہو؟

ایک مقدمہ میں حضورؐ خود ایک بدّو کے خلاف مدعی تھے۔ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں حضورؐ سے گواہ پیش کرنے کے لئے کہا گیا۔ ایک سربراہ وقت کو ایسا کہا جانا کوئی آسان بات نہیں ہوتا مگر قربان جاؤں اپنے پیارے آقا کے جنہوں نے اس کا ذرہ برابر بھی برا نہیں مانا اور انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے میں اپنی سربراہانہ حیثیت کا سہارا لینے کا خیال تک دل میں آنے نہیں دیا بلکہ **قل امر ربی بالقسط** اور **وان حکمت فاحکم بینھم بالقسط** کی مجسم عملی تفسیر بن کر فریق مخالف کے مطالبہ کو بلا توقف تسلیم کیا۔ یہ وہی موقع ہے جب حضرت خزیمہؓ بن ثابت کو حضورؐ کی طرف سے گواہی دینے کی سعادت ملی اور آپ کی گواہی کو دو مردوں کے برابر تسلیم کئے جانے کا اعزاز عطا ہوا۔ (سنن ابی داؤد، ج 5)

اس منصف اعظم ﷺ کو عدل وانصاف کی وادی طے کرتے ہوئے اس سے بھی سخت مقامات سے گزرنا پڑا، جب غزوہ حنین سے واپسی پر اموالِ غنیمت کی تقسیم کے بارے میں اعتراض کیا اور عدل کے سب سے اونچے تخت پر بیٹھے ہوئے ہمارے اس مقدس ومطہر آقا کے قلب صافی پر ایک جاہل بدو نے یہ کہتے ہوئے نشتر چلایا کہ اے محمدؐ! عدل سے کام لیں، اس پر انصاف کے بادشاہ نے بس یہی فرمایا:

اللہ اور اس کا رسول عدل نہیں کرے گا تو اور کون کرے گا۔

اُس بے چارے کو کیا معلوم تھا کہ یہ وہ ہستی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس طرح خطاب کیا تھا:

اِنَّآ اَنۡزَلۡنَآ اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ لِتَحۡكُمَ بَيۡنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰٮكَ اللّٰهُ

یقیناً ہم نے تیری طرف کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا ہے تاکہ تو لوگوں کے درمیان اُس کے مطابق فیصلہ کرے جو اللہ نے تجھے سمجھایا ہے۔ (النساء:106) اور یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر آپ کے فیصلوں کو من وعن اور پورے شرحِ صدر سے قبول کر لینا فرض قرار دے دیا ہے (النساء:66)۔

کسی معاشرہ میں طبقاتی تقسیم ایک تکلیف دہ منظر پیش کیا کرتی ہے اور ہر جاہلانہ معاشرہ کی طرح عربوں میں بھی یہ طبقاتی تقسیم معاشرہ کو پوری طرح جکڑے ہوئے تھی۔ امیر وغریب کا فرق اور نسلی تعصب زہر قاتل بن کر معاشرہ میں سرایت کر چکا تھا، اسلام آیا تو اس نے تمام انسانوں کو بنی آدم کا لقب دے کر ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا اور یہ بات وضاحت کے ساتھ سمجھائی کہ:

اے لوگو یقیناً ہم نے تمہیں نر اور مادہ سے پیدا کیا ہے اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں محض اس لئے تقسیم کیا ہے کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ ورنہ تم میں سے بلاشبہ اللہ کے نزدیک زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ (الحجرات:14)

اور نبی کریم ﷺ نے ساری عمر اس تعلیم کو مختلف انداز میں نافذ کرتے ہوئے گزاری اور حجۃالوداع کے موقع پر تو یہ تاریخی خطبہ ارشاد فرما کر اس پر آخری مہر لگا دی:

اے لوگو! سنو، تمہارا پیدا کرنے والا بھی ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ سنو، سنو، کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں، اسی طرح نہ کسی کالے کو گورے پر اور نہ کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت ہے، ہاں اگر کسی کو کسی دوسرے پر فضیلت ہے تو وہ صرف ایک ہی بات میں ہو سکے گی اور معیار ہوگا تقویٰ کا معیار، اس کے علاوہ کسی کو کسی پر اپنی بڑائی جتانے کا کوئی حق نہ ہوگا۔ (بخاری کتاب الغزوات، باب حجۃالوداع)

یہ اصول وقوانین محض الفاظ اور پرجوش تقاریر تک محدود نہیں تھے بلکہ آنحضور ﷺ نے کبھی راہ چلتے پسینہ اور مٹی سے لتھڑے ہوئے غلام کے ساتھ لپٹ کر اور کبھی بلال حبشی کو امان کا جھنڈا عطا کر کے یہ ثابت کر دیا کہ آپ نہ صرف غلامی کا تصور مٹانے والے ہیں بلکہ انسانیت میں عدل وانصاف کے بھی علمبردار ہیں۔ آپؐ نے غلاموں کو رہن سہن اور لباس وطعام میں اس قدر حقوق دلوائے کہ دیکھنے والے کے لئے بعض اوقات یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوجاتا کہ ان میں سے آقا کون ہے اور غلام کون!

ہمارے آقا ﷺ کی شخصیت کیسی ہمہ جہت شخصیت ہے کہ آپؐ کی سیرت کے کسی بھی پہلو کا مطالعہ ہمیں اتنی گہرائی اور باریک تفاصیل تک لے جاتا ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے کہ یہ کیسا عظیم انسان تھا کہ اس نے انسانی زندگی کا کوئی بھی پہلو تشنہ نہیں رہنے دیا مگر اس کے متعلق ہدایات واحکامات نہ دیئے ہوں، قوانین وضع نہ کئے ہوں۔ لیکن قانون بنانا تو کچھ مشکل نہیں ہوتا، اصل بات اس کے نفاذ اور عمل کی ہوتی ہے اور ہمارے نبی پاک ﷺ کا یہی کمال ہے کہ آپؐ نے کٹھن سے کٹھن موقع پر بھی نفاذِ قانون میں عدل وانصاف سے سرمو انحراف نہیں کیا۔ مشہور واقعہ ہے کہ قبیلہ مخزوم کی ایک عورت جس کا نام فاطمہ تھا، چوری کی مرتکب ہوئی جس کے نتیجہ میں اُسے ہاتھ کاٹے جانے کی سزا ملنی تھی۔ عورت چونکہ معزز قبیلہ سے تعلق رکھتی تھی اِس لئے اس کے خاندان کو فکر ہوئی اور انہوں رسول اللہ ﷺ کے بہت پیارے اور لاڈلے اُسامہ بن زیدؓ سے حضور کی خدمت میں سفارش کروائی کہ اِس عورت کو معاف

کر دیا جائے۔ اُسامہؓ نے جب حضور کی خدمت میں عرض کیا تو آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور سخت ناراضگی کے عالم میں فرمانے لگے:

کیا تم اللہ کے حکموں میں سے ایک حکم کے بارہ میں مجھ سے سفارش کرتے ہو؟

اُسامہؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دعا مانگیں، شام ہوئی تو نبی کریم ﷺ لوگوں میں تشریف لائے اور بڑے جلال کے ساتھ خطاب فرمایا:

”تم سے پہلے لوگ اس لئے ہلاک ہوئے کہ جب ان میں سے کوئی معزز انسان چوری کرتا تھا تو اسے چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تھا تو اس حد قائم کر دیتے تھے۔ اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا“

(بخاری، کتاب الحدود)

اللہ اللہ! عدل وانصاف کا کیا بلند معیار ہے اور کیسا عظیم تصور ہے، پھر اس میں صرف اس موقع کے حوالہ سے ہی کوئی وقتی فیصلہ نہیں ہے بلکہ اس میں تاقیامت قائم ہونے والی عدالتوں کے لئے روشنی کے سامان کر دیئے گئے ہیں۔

بعض اوقات عدل وانصاف کی راہ میں ایسے مرحلے بھی آجاتے ہیں جب انسان اپنے فطری جذباتِ ترحم کے ہاتھوں بھی مجبور ہوتا ہے اور یہ لمحہ بہت ہی کٹھن ہوتا ہے خصوصاً رحمۃ للعالمین ﷺ جیسے دلوں کے لئے، مگر اس کے باوجود ہمارے عدل وانصاف کے علم بردار ہمارے پیارے آقا نے انصاف کا علم یہاں بھی بلند سے بلند تر ہی رکھا، ایک روز مدینہ کی گلیوں میں کھیلنے والی ایک مسلمان بچی ربیع کے ہاتھوں کھیل ہی کھیل میں اتفاقاً ایک یہودی بچی کا دانت ٹوٹ گیا۔ بچی کے ورثاء نے یہودی بچی کے والدین سے معافی کی درخواست کی مگر وہ نہ مانے، انہوں نے دیت دینا چاہی مگر انہوں نے قصاص پر ہی اصرار کیا اور بچی کا باپ مقدمہ دربارِ رسالتؐ میں لے آیا، جس پر حضور اقدس نے قانون کے مطابق قصاص کا حکم جاری کر دیا کیونکہ یہودی کا معاملہ تھا اور آپ نے تورات کے مطابق ہی فیصلہ کرنا تھا جس کی رو سے عدل کا تقاضا بہرحال یہی تھا۔ یہ کیفیت دیکھ کر مسلمان بچی کے پھوپھا حضرت انس بن نضرؓ سے نہ رہا گیا اور بے اختیار پکار اُٹھے:

یارسول اللہ ﷺ! أَتُكْسَرُ ثَنِيَّةُ الرُّبَيِّعِ لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالحَقِّ، لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا

یعنی اے اللہ کے رسول کیا ربیع کا دانت توڑا جائے گا، اُس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، اُس کا دانت نہیں توڑا جائے گا، حضورؐ نے دیکھا کہ انس جذباتی ہو رہے ہیں تو آپؐ نے سمجھایا دیکھو انسؓ! اللہ کے فیصلہ کے مطابق تو قصاص یہی ہے۔ مگر خدا کی قدرت کہ یہ سارا نظارہ دیکھ کر یہودی بچی کے والدین کا دل نرم پڑ گیا اور وہ معجزانہ طور پر معاف کرنے پر راضی ہو گئے اور اس طرح سے حضرت انس نے جو اللہ کی قسم کھا کر بات کہی تھی وہ پوری ہو گئی، یہی وہ موقع ہے جب آنحضور ﷺ نے یہ تاریخی کلمہ ارشاد فرمایا:

إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ. (بخاری، کتاب التفسیر)

کہ اللہ کے بعض بندے ایسے بھی ہیں کہ اگر وہ اللہ کی قسم کھا کر کوئی بات کہہ دیں تو اللہ اسے پورا کر کے چھوڑتا ہے۔

تاریخ کی ورق گردانی کر لیں یا آج کی مہذّب کہلانے کی دعویدار قوموں کے کارناموں کا حال پڑھ لیں، کہیں ایسی عظیم اور ایسی روشن مثال آپ کو ڈھونڈھے سے بھی نہ ملے گی۔ یہ اعزاز اور یہ سربلندی صرف اور صرف میرے آقا میرے ہادی ﷺ کا ہی حصہ ہے۔

اک جلوے میں آناً فاناً بھر دیا عالم، کر دیئے روشن
اُتّر دکّھن پُورب پچّھم، صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم

آؤ حسنِ یار کی باتیں کریں

آؤ حسنِ یار کی باتیں کریں
یار کی ، دلدار کی باتیں کریں

اک مجسّم خُلق کے قصّے کہیں
احمدؐ مختار کی باتیں کریں

جس کو سب سرکارِ دو عالم کہیں
ہم اسی سرکار کی باتیں کریں

اک گلِ خوبی کا چھیڑیں تذکرہ
حسنِ خوشبودار کی باتیں کریں

غم غلط ہو جائیں سب کونین کے
جب بھی اس غمخوار کی باتیں کریں

حسن سے حسنِ طلب کی داد لیں
عشق کی ، تکرار کی باتیں کریں

پھر بہار آئی ہے اک مدّت کے بعد
پھر گل و گلزار کی باتیں کریں

غیر کو جلنے دیں اس کی آگ میں
مسکرائیں ، پیار کی باتیں کریں

پی لیا دریا کا پانی ریت نے
آؤ دریا پار کی باتیں کریں

شب گزیدو! آؤ مل کر صبح تک
صبح کے آثار کی باتیں کریں

صبح ہونے کو ہے مضطرؔ! آئیے
مطلعِ انوار کی باتیں کریں

(چوہدری محمد علی مضطرؔ عارفی)

مقاماتِ مقدّسہ کی زیارت

(مکرم مولانا حیدر علی ظفر صاحب۔ مربی سلسلہ و نائب امیر جماعت احمدیہ جرمنی)

مجھے دو مرتبہ حرمین شریفین کی زیارت کا موقع ملا۔ دونوں بار مدینۃ النبیؐ بھی جانا نصیب ہوا۔ مدینہ میں روضۂ مبارکؐ پر حاضری اوّلین ترجیح تھی۔ ہوٹل میں سامان رکھنے کے فوراً بعد مدینے کی گلیوں میں سے ہوتے ہوئے مسجد نبویؐ پہنچے۔ مغرب اور عشاء کے درمیان کا وقت تھا۔ زیادہ بھیڑ نہیں تھی۔ روضۂ نبوی کے سامنے سے گذرنے والی لائن میں مَیں اور میرا بیٹا کھڑے ہوگئے۔ درود شریف پڑھتے ہوئے بالآخر جب روضہ کے سامنے پہنچے تو حضور ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ وہاں سے ہلنے کو دل نہیں چاہتا تھا مگر سپاہی بار بار آگے چلنے کا اشارہ کر رہے تھے۔ پھر باہر نکل کر صحن میں بیٹھ کر دیر تک گنبد خضراء کو دیکھتے رہے۔ اس کے بعد مدینہ میں قیام کے دوران کئی بار مسجد میں جانا ہوا۔ کیا ہی خوبصورت، دلرُبا اور پُرکشش وہ خانۂ خدا ہے۔ ایک روز رات کے اڑھائی بجے مَیں اور میرے ساتھی اصحاب صفّہ کے سامنے والا دروازہ کھلنے کا انتظار کرنے لگے۔ دروازہ کُھلا تو جگہ حاصل کرکے دو نوافل ادا کئے اور ساتھ ہی ریاض الجنۃ اور محراب النبی ﷺ میں بھی دو دو نوافل ادا کئے، فالحمدللہ علیٰ ذالك۔

مدینہ منورہ میں قیام کے دوران اسلامی تاریخ کے اہم واقعات ایک ایک کرکے دل و دماغ سے گذرنے لگے۔ تمام تاریخی مقامات دیکھنے کی خواہش بھی دل میں تھی۔ مسجد قبلتین دیکھنے کا خیال سب سے پہلے ذہن میں آیا۔ رسول کریم ﷺ مکہ مکرمہ میں بیت المقدس کی طرف منہ کرکے اس طرح نماز پڑھتے تھے کہ کعبہ بھی آپ کے سامنے ہوتا تھا۔ لیکن مدینہ منورہ میں ایسا ممکن نہیں تھا لہٰذا آپ بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے رہے۔ تاہم ایک روز جب آپ ایک محلے میں کسی کے ہاں دعوت پر گئے۔ وہاں ظہر کا وقت ہوگیا اور حضور ﷺ نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے۔ دو رکعت پڑھا چکے تھے کہ تیسری رکعت میں یکا یک وحی کے ذریعہ تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا اور اُسی وقت آپ ﷺ اور آپؐ کی اقتداء میں تمام لوگ بیت المقدس سے کعبے کے رُخ پھر گئے۔ یہاں پر بعد میں جو مسجد بنی اُسے مسجد قبلتین کہتے ہیں کیونکہ ایک نماز دو قبلوں کی طرف منہ کرکے پڑھی گئی۔ یہ ایک بہت شاندار مسجد ہے۔ اس کی دو منازل ہیں۔ مینار بھی دو ہیں اور گنبد بھی دو۔ اس مسجد میں دو نوافل پڑھنے کی توفیق بھی ملی۔

قبلہ بھی تو ہے قبلہ نما بھی ترا وجود
شانِ خدا ہے تیری اداؤں میں جلوہ گر

جس دن ہم نے مسجد قبلتین دیکھی بہت مصروف دن تھا جس میں نہ صرف اَور مساجد دیکھیں بلکہ مدینہ کی شاہراہوں کی سیر بھی کی۔ اس سفر میں مسجد قُباء بھی گئے۔ اسلام کی تاریخ میں یہ مسجد سب سے پہلے تعمیر ہوئی تھی۔ اس مسجد میں نوافل ادا کئے۔ مسجد قبا سے مدینہ منورہ

کی طرف واپس آتے ہوئے ایک اور مسجد دکھائی دی جسے ''مسجد جمعہ'' کہتے ہیں۔ قُبا سے واپسی پر اس جگہ حضور ﷺ نے نماز جمعہ ادا فرمائی تھی۔ مدینہ منورہ میں یہی حضور ﷺ کا سب سے پہلا جمعہ تھا۔

سفر کرتے ہوئے اُن جگہوں سے بھی گذرے جہاں غزوۂ احزاب کے وقت مدینہ منورہ کے گرد خندق کھودی گئی تھی۔ سلع پہاڑ کے دامن میں جہاں جنگ ہوئی تھی۔ کئی مساجد اس جنگ کی یادگار کے طور پر تعمیر ہوئیں۔ ان میں سے ایک مسجد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ڈرائیور نے ہمیں بتایا کہ وہ ''مسجد فتح'' ہے۔

اس کے بعد ہم اُحد پہاڑ دیکھنے گئے جس کے دامن میں جنگ اُحد لڑی گئی تھی۔ جنگِ اُحد کے واقعات نے دل میں ایک ہیجان پیدا کر دیا تھا۔ پھر ستّر صحابہ جو اُس جنگ میں شہید ہوئے تھے ان کی قبریں دیکھ کر اسلام کے اُن جانثاروں کے لئے دل سے دعائیں نکلیں۔ پھر اُس درّہ کی طرف بڑھے جس پر متعیّن صحابہ کی اطاعت میں کمزوری نے فتح کو شکست میں بدل کر رکھ دیا تھا مگر پھر ان جانباز صحابہ نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر کے اسلام کا عَلم بلند کئے رکھا اور نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ مقام اُحد ایک تاریخی جگہ ہے جہاں پر کفّار کے تین ہزار جنگجوؤں کو سات سو مومنین نے میدان چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا۔

صدق کو جب پایا اصحابِ رسولؐ اللہ نے
اُس پہ مال و جان و تن بڑھ بڑھ کے کرتے تھے نثار
چُھٹ گئے شیطاں سے جو تھے تیری الفت کے اسیر
جو ہوئے تیرے لئے بے برگ و بر پائی بہار

اِمسال دوسری بار فروری 2020ء میں مجھے عمرہ کی ادائیگی کے لئے دوبارہ حرمین جانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس مرتبہ خاکسار کی اہلیہ امتہ النصیر، بیٹا عزیزم لقمان خالد، بہو اور پوتا بھی شامل سفر تھے۔ مدینہ میں قیام کے دوران ایک میوزیم دیکھنے کا موقع بھی ملا۔ جو مدینہ سے باہر تعمیر کیا گیا ہے۔ اس میوزیم میں حضور ﷺ کی پیدائش سے لے کر وفات تک کے حالات، واقعات اور اہم مقامات کو مختلف ماڈلز کے ذریعہ دکھایا گیا تھا۔ بڑی اچھی ترتیب کے ساتھ سن وار تاریخی واقعات کو اُجاگر کیا گیا ہے۔ اُس وقت مکانات کیسے ہوتے تھے۔ خانہ کعبہ کیسا تھا۔ پھر ہجرت کا راستہ کون سا تھا۔ مسجد نبوی کی تعمیر اور ابتداء سے لے کر اب تک کے تمام مراحل کو دکھایا گیا۔ کم و بیش تاریخی واقعات کو اس طرح بیان کیا گیا تھا جس طرح ہم سیرۃ خاتم النبیین یا دوسری سیرت کی کتابوں میں پڑھتے ہیں۔ پھر مختلف زبانوں میں کمنٹری کا انتظام تھا۔ وقفہ کے دوران کھجوروں اور آب زم زم سے ضیافت کی گئی۔ بیک وقت کئی گائیڈ موجود تھے جو کہ چھوٹے چھوٹے گروپوں کو میوزیم کا تعارف کروا رہے تھے۔ تمام اہم اور مقدس مقامات کو جو مختلف علاقوں میں واقع ہیں ان کے ماڈلز کو اس میوزیم میں جمع کر دیا گیا تھا۔ بہت ساری ایسی جگہوں کی نشاندہی کی گئی تھی جن کا اب وجود نہیں ہے۔ جتنی تفصیل اور خوبصورتی سے اس میوزیم کو تیار کیا گیا ہے یہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

مدینہ میں قیام اور ارد گرد زیارات کے بعد بذریعہ کار مکہ کے لئے روانہ ہوئے تا کہ مقام بدر کو بھی دیکھتے جائیں۔ بدر کا مقام مدینہ کے جنوب مغرب میں قریباً 150 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ جسے ہر طرف سے بلند پہاڑوں نے گھیر رکھا ہے۔ مدینہ کے پہاڑوں میں سے گذرتی ہوئی موٹروے پر جا رہے تھے تو بار بار اس طرف ذہن جاتا تھا کہ کس طرح ان دشوار گذار راستوں سے گزر کر حضور ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ یہاں پہنچے ہوں گے۔

غزوہ بدر 17 رمضان 2 ہجری میں ہوا تھا۔ اس میں خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو تعداد میں قلّت کے باوجود فتح مبین عطا فرمائی تھی۔ مشرکین کے ستر افراد مارے گئے جبکہ صرف چودہ مسلمان شہید ہوئے۔ بدر کے معرکہ والی جگہ کے گرد حفاظتی دیوار کھینچ دی گئی ہے تاہم باہر ایک چوک میں نمایاں طور پر ایک بورڈ پر اُن چودہ شہید صحابہؓ کے نام مرقوم ہیں۔ ان کے حق میں دعائے خاص کی توفیق ملی۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے حالیہ خطبات کے سلسلہ نے جس میں بدری صحابہ کا خاص طور پر ذکر ہو رہا ہے، اس مقام کے ساتھ مزید لگاؤ پیدا کر دیا تھا۔

یہاں سے پھر ہم مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے کیونکہ مکہ، شام اور مدینہ جانے کے راستے بدر کے مقام پر ملتے ہیں۔

مکۃ المکرمہ کو روانگی

جب گاڑی مکۃ المکرمہ کی طرف روانہ ہوئی تو جلد ہی ہم ایک بڑی شاہراہ پر آ گئے۔ گاڑی شاہراہ پر رواں دواں تھی مگر سڑک کے دونوں طرف دُور دُور تک کوئی آبادی نظر نہیں آتی تھی۔ کہیں کہیں درخت نظر آتے تھے فروری کا مہینہ تھا مگر چلچلاتی دھوپ تھی آنحضرت ﷺ کے سفر ہجرت کا شدت سے خیال آ رہا تھا کہ کس طرح دشوار گزار رستہ دس بارہ دنوں میں طے کیا ہوگا۔ ہم تو ایک شاہراہ پر آرام دہ گاڑی میں سوار جا رہے تھے مگر حضور ﷺ پہاڑوں اور جنگلوں میں سے ہوتے ہوئے مدینہ پہنچے تھے۔ مکہ میں مسجد الحرام سے پیدل آٹھ دس منٹ کے فاصلہ پر ہماری رہائش تھی۔ اس مرتبہ دو عمرے کرنے کی توفیق ملی۔ ایک عمرہ رات کے ڈیڑھ بجے کیا جس میں طواف کے دوران میرے بیٹے کو حجر اسود چُھونے کا موقع بھی ملا۔ البتہ میں، میری اہلیہ، میری بہو

اور ننھا ایقان خالد، خانہ کعبہ کی دیواروں کو ہاتھ لگانے اور برکت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔طواف کے وقت مَیں اور میری اہلیہ آگے تھے پھر میری بہو اور اس کا بچہ اور سب سے پیچھے میرا بیٹا تا کہ ممکنہ دھکم پیل میں وہ ہمیں بچا سکے۔

جہاں تک سعی بین الصفا والمروہ کا تعلق ہے تو مَیں نے ویل چیئر پر کی۔ مکہ میں قیام کے دوران کئی جگہوں پر جانے کا موقع ملا۔جن میں میدان عرفات اور مسجد نمرہ کے قریب جبل الرحمت پر بھی جانا ہوا۔جبل الرحمت ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے جس پر ہم آسانی سے چڑھ گئے۔ روایت کے مطابق اسی مقام پر خدا تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی تھی۔ یہاں ایک چھوٹی سی یادگار بنائی گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ بھی اس مقام پر تشریف لے گئے تھے۔سنت رسول کی پیروی میں ہم بھی وہاں گئے۔ یہی وہ پہاڑ ہے جس پر سرکار دو عالم جناب رسالت مآب ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی اونٹنی پر چڑھ کر خطاب فرمایا تھا۔ جو انسانی حقوق کے لئے ایک عظیم منشور کی حیثیت رکھتا ہے۔

طائف کی زیارت

مکہ سے کوئی 100 کلومیٹر جنوب مشرق میں ایک خوبصورت شہر طائف ہے۔ یہ وہ شہر ہے جس کا ذکر مشرکین نے بھی کیا جب انہوں نے یہ اعتراض کیا کہ یہ قرآن ان دونوں بڑے شہروں (مکہ اور طائف) کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہیں ہوا۔حضور ﷺ کی بعثت کے وقت یہ ایک بڑا شہر تھا۔ اس شہر کو دیکھنے کی بھی بڑی خواہش تھی کیونکہ اس شہر کے ساتھ ایک بڑی دردناک اور المناک داستان وابستہ ہے۔قریش مکہ کی شدید مخالفت کے پیشِ نظر نبی کریم ﷺ نے طائف جا کر تبلیغ کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ آپ پیدل وہاں تشریف لے گئے۔ راستے میں ہر قبیلے کو دعوت اسلام دی۔ اس سفر میں آپ کے غلام زید بن حارثہؓ آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔حضور ﷺ نے کئی دن وہاں قیام فرمایا اور سرداروں کے پاس جا کر انہیں دعوتِ اسلام دی لیکن سب کا ایک ہی جواب تھا کہ تم ہمارے شہر سے نکل جاؤ۔ جب حضور ﷺ نے واپسی کا قصد کیا تو انہوں نے اوباشوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا جو آپ کو گالیاں دیتے، تالیاں پیٹتے اور آپ ﷺ پر پتھر پھینکتے تھے حتّٰی کہ آپ ﷺ شدید زخمی ہو گئے اور نعلین مبارک خون سے تر ہو گئے۔

مسجد عداس

طائف سے نکل کر نبی کریم ﷺ نے عتبہ بن ربیعہ کے باغ میں پناہ لی۔ جو ایک شریف النفس انسان تھا۔ اس نے آپ ﷺ کو اس حالت میں دیکھا تو اپنے غلام کے ہاتھ انگوروں کا خوشہ ایک طشتری میں رکھ کر بھیجا۔ صحیح بخاری کتاب بدء الخلق حدیث 323 میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ غم کی حالت میں چل پڑے۔ آپ ﷺ اسی غم کی حالت میں قرن منازل پہنچے تو اس وقت پہلے جبرائیلؑ اور پھر پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہوا اور کہا کہ اگر آپ ﷺ حکم دیں تو اہل طائف کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس ڈالا جائے۔تو رحمۃ اللعالمینؐ نے فرمایا: نہیں مَیں اُمید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو صرف اللہ ہی کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

جب ہم طائف گئے تو ہمارے گائیڈ نے ہمیں کچھ جگہیں دکھائیں اور پھر ایک مسجد میں کھڑے ہو کر اُن دو پہاڑوں کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ ممکن ہے یہ وہ دو پہاڑ ہیں جن کو اہل طائف پر گرا کر ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جاتا۔

جبلِ اُحد

پھر وہ گائیڈ ہمیں اُس باغ کی طرف لے گیا جس کی دیوار کے ساتھ حضور ﷺ نے پناہ لی تھی۔ وہاں جو باغ تھا وہ تو اُجڑ چکا تھا تاہم ایک شاندار مسجد تعمیر کر دی گئی ہے جس کا نام ”مسجد عداس“ ہے۔

مکہ اور مدینہ میں قیام کے دوران مختلف ہوٹلوں سے کھانا کھانے کا اتفاق ہوا۔ یہ ہوٹل پاکستانیوں کے تھے۔ آٹھ دس ریال میں ایک فرد کے لئے کھانا مل جاتا تھا۔مگر ایک دن ہم نے عربی کھانا جسے ”مندی“ کہتے ہیں، کھانے کا پروگرام بنایا۔ یہ کھانا بہت مہنگا تھا۔ 130 ریال کی ایک پلیٹ، چاول اور ایک خاص طریقے سے پکایا ہوا گوشت۔ وہ کھانا واقعی بہت لذیذ تھا۔

مکہ سے واپسی کا سفر شروع کرنے سے پہلے مَیں اور میری اہلیہ رات کے ڈیڑھ بجے مسجد الحرام گئے اور فرسٹ فلور سے جی بھر کر خانۂ کعبہ کو دیکھا اور دعا کی۔مسجد حرام میں اس وقت کسی بھی دروازے پر کوئی سیکیورٹی یا چیکنگ نہیں ہوتی۔ 26 فروری کو ہم واپس فرانکفرٹ پہنچے تو 27 فروری کو پتا چلا کہ وائرس کی وجہ سے عمرہ پر پابندی لگا دی گئی ہے۔

میری رائے میں ہر مسلمان کی یہ خواہش ہونی چاہیے جس کا اظہار حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے عربی شعر

جِسْمِیْ یَطِیْرُ اِلَیْکَ مِنْ شَوْقٍ عَلَا
یَا لَیْتَ کَانَتْ قُوَّۃُ الطَّیَرَانِ

میں فرمایا ہے جس کا اردو ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے اس شعر میں یوں فرمایا ہے۔

اے کاش مجھ میں قوت پرواز ہو تو میں
اُڑتا ہوا بڑھوں تری جانب سوئے حرم

رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے والے جوڑوں کی تربیت

(مولانا نفیس احمد عتیق صاحب مربی سلسلہ، نیشنل سیکرٹری رشتہ ناطہ برائے وسطی جرمنی)

مجلس شوریٰ پاکستان 2010ء کی تیسری تجویز یہ تھی:

"رشتہ ناطہ کے شعبہ کو زیادہ فعال اور مؤثر بنانے کی ضرورت ہے وقت پر شادیاں نہ ہونا اور رشتوں کی تلاش میں ظاہری حسن اور روپیہ پیسہ کو ترجیح دینا بہت سے مسائل پیدا کر رہا ہے۔ اس کے تدارک کیلئے تجاویز سوچنے کی ضرورت ہے۔"

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس تجویز کو ایجنڈا میں شامل کرنے کی ہدایت کی اور فرمایا:

"باہر کے رشتوں میں بھی اب کافی تعداد ایسی سامنے آ رہی ہے جو پاکستان سے رشتے کر کے آتے ہیں/آتی ہیں۔ لڑکے/لڑکی دونوں یہاں آ کر خلع کی درخواست آجاتی ہے۔ صبر، حوصلہ نہیں۔ مادی خواہشات کی طرف توجہ ہے۔"

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظور شدہ سفارشات مجلس شوریٰ پاکستان 2010ء میں سے جن کا تعلق براہ راست ہم سے بھی ہے پیش خدمت ہیں تا کہ یہ بات ذہن میں رہے کہ ہم نے ان فیصلہ جات پر کَمَاحَقُّہٗ عمل کرنا ہے۔

☆ رشتہ ناطہ کے مسائل میں سب سے زیادہ اہم مسئلہ تربیت کا ہے۔ عائلی مسائل تربیت کی کمی کی وجہ سے ہو رہے ہیں اس کمی کو دور کرنے کے لئے خلیفہ وقت کے خطبات کی طرف توجہ دی جائے کہ یہ خطبات ہر احمدی سنے کیونکہ خلافت سے وابستگی حقیقی طور پر تربیت میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

☆ رشتہ ناطہ کو مزید فعال اور مؤثر بنانے کے لئے ضروری ہے کہ جس طرح مرکزی سطح پر کام شروع ہے جماعتوں اور لوکل امارتوں کی سطح پر بھی اسے منظم کیا جائے۔ مقامی سیکرٹریانِ رشتہ ناطہ کے تقرر کو یقینی بنایا جائے۔

☆ شعبہ رشتہ ناطہ جرمنی میں لڑکوں کے موجودہ کوائف کی تعداد جماعتی ضروریات کی نسبت سے کم ہے۔ والدین، تنظیموں اور صدران کے خصوصی تعاون سے مزید کوائف حاصل کئے جائیں۔ نیز شادی کی عمر میں بروقت رشتہ نہ ہونے کی صورت میں والدین کو توجہ دلائی جائے۔

☆ کونسلنگ کی بہت ضرورت ہے شادی سے پہلے بھی لڑکے اور لڑکی کو سمجھایا جائے اور شادی کے بعد بھی۔ شریعت کو سامنے رکھتے ہوئے شادی کے جملہ امور کی بابت کونسلنگ کی جائے لڑکے اور لڑکی کو ان کے فرائض اور ذمہ داریوں کے بارہ میں بتایا جائے۔

جرمنی میں کونسلنگ کا کام مربیان سلسلہ کے سپرد ہے نیز اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ کونسلنگ میں دونوں اطراف سے ماں باپ بھی شامل ہوا کریں۔

☆ مجلس خدام الاحمدیہ بھی خدام کی تربیت کا خصوصی اہتمام کرے۔ اور ان کو اچھا شوہر بنانے کے لئے ان کے تربیتی پروگرام منعقد ہوں۔

☆ موجودہ حالات بالخصوص مہنگائی کے تناظر میں مالی مسائل، عدمِ برداشت، آمدنی کم اخراجات زیادہ اور میڈیا کے اثر کے ماتحت خواہشات کا بڑھ جانا اور ناجائز مطالبات کرنا بھی طلاق کا باعث بنتا ہے۔ قناعت پسندی کی طرف توجہ دلانا خصوصاً شادی کی عمر کو پہنچنے والے لڑکے اور لڑکی کو اس بارہ میں سمجھانا ضروری ہے۔

☆ معاشرتی اثرات کے ماتحت عدم برداشت اور تحمل کی کمی ہے۔ لڑائی کی صورت میں ایک فریق برداشت کرے بعد میں سمجھادے۔ آنحضور ﷺ کی سیرت کے واقعات پر مبنی مضامین تیار کئے جائیں اور لڑکے اور لڑکی کو دیئے جائیں۔

☆ میڈیا کے بداثرات یہ بھی ہیں کہ رشتوں میں آئیڈیل تلاش کرتے رہتے ہیں۔ اور غیر حقیقی معیار کی توقع کرنے لگ جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں میڈیا کے غلط استعمال سے بچنے کی طرف توجہ دلانی ضروری ہے۔ اور خلفاء کے خطبات عام کرنے چاہئیں۔

(سفارشات مجلس شوریٰ پاکستان منظور شدہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ)

ان سفارشات پر حضور انور ایدہ اللہ کا ارشاد موصول ہوا۔ "منظور ہے، اللہ تعالیٰ اس پر عملدرآمد کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔"

قبل از شادی کونسلنگ

1. کونسلنگ ایک ہی وقت میں ایک ہی مربی سلسلہ سے ہونا ضروری ہے جس میں لڑکی اور لڑکے کے علاوہ جرمنی میں موجود ہونے کی صورت میں اُن کے والدین کا شامل ہونا ضروری ہے۔
2. اگر کوئی فریق یا اُن کے والدین پاکستان یا کسی دوسرے ملک میں ہوں تو اُنہیں ٹیلیفون کے ذریعے ساتھ شامل کیا جائے اور فارم پر اس کے مطابق متعلقہ خانوں کو ٹِک کیا جائے۔
3. نومبائعین کی کونسلنگ کی صورت میں اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ اُن کی بیعت کو ایک سال کا عرصہ ہو چکا ہو بصورتِ دیگر کونسلنگ نہ کی جائے اور شعبہ رشتہ ناطہ سے رابطہ کیا جائے۔
4. لڑکی کے غیر مسلم ہونے کی صورت میں کونسلنگ سے قبل شعبہ رشتہ ناطہ سے رابطہ کیا جائے۔

واٹس ایپ گروپس کے متعلق ہدایات

کسی بھی فرد جماعت کو انفرادی طور پر رشتہ ناطہ گروپ بنانے کی اجازت نہیں ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے تازہ ارشاد کی روشنی میں ایسا کوئی بھی گروپ بنانے سے پہلے نیشنل شعبہ رشتہ ناطہ سے اس کی اجازت لینا ضروری ہے۔ بچے اور بچیوں کے رشتوں کے لئے اپنے لوکل مربیان سلسلہ سے رابطہ کریں۔ نیز نیشنل شعبہ رشتہ ناطہ سے بھی رابطہ کیا جاسکتا ہے۔ شعبہ رشتہ ناطہ جماعت جرمنی کی ویب سائیٹ www.rishtanata.de پر کوائف جمع کروائے جاسکتے ہیں۔

(قسط دوم)

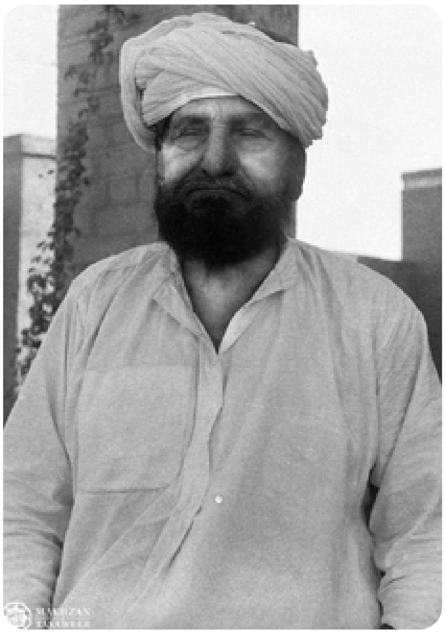

سیرت

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ

بیعت اور مسیح الزماں علیہ السلام کی صحبت سے استفادہ

(مکرم مولانا منیر احمد منور صاحب۔ مبلغ انچارج سوئٹزرلینڈ)

گذشتہ قسط میں حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کی پاکیزہ زندگی کے ایسے ابتدائی روحانی تجارب ازقسم رؤیاء وکشوف و الہامات بیان کئے گئے تھے، جن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی وضاحت کے ساتھ امامِ زمانہ کے مستقبل قریب میں ہندوستان سے ظہور اور آپ کے ان سے وابستہ ہو کر دفاعِ اسلام کے معرکوں میں شامل ہونے کی سعادت ملنے کے اشارے ملتے تھے۔ اس قسط میں آپ کی زندگی کے اس موڑ کا بیان کیا جائے گا، جو آپ کو عملاً حضرت امام مہدی معہود علیہ السلام کے درِ دولت تک لے آیا اور آپ کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فتح نصیب جرنیل کے قدموں میں لا بٹھانے کا موجب ہوا۔ تفصیل اس اجمال کی، آپ ہی کی زبانی، ذیل کی سطور میں بیان کی جاتی ہے۔

”موضع گولیکی میں مثنوی مولانا روم پڑھتے ہوئے جب میں چوتھے دفتر تک پہنچا تو ایک دن ظہر کی نماز کے بعد میں اور مولوی امام الدین صاحب رضی اللہ عنہ مسجد میں بیٹھے ہوئے کسی مسئلہ کے متعلق گفتگو کر رہے تھے کہ حسنِ اتفاق سے پولیس کا ایک سپاہی نماز کے لئے اس مسجد میں آ نکلا۔ مولوی صاحب نے جب اس کے صافہ میں بندھی ہوئی ایک کتاب دیکھی تو آپ نے پڑھنے کے لئے اسے لینا چاہا مگر اس سپاہی نے آپ کو روک دیا۔ مولوی صاحب رضی اللہ عنہ نے وجہ دریافت کی تو اس نے کہا کہ یہ کتاب جس بزرگ ہستی کی ہے وہ میرا پیشوا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تم لوگ اسے پڑھ کر میرے پیشوا کو بُرا بھلا کہنے لگ جاؤ جسے میری غیرت برداشت نہیں کر سکے گی۔ مولوی صاحب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ بے فکر رہیے ہم آپ کے پیشوا کے متعلق کوئی بُرا لفظ زبان پر نہیں لائیں گے۔ تب اس سپاہی نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو آپ بڑی خوشی سے اس کتاب کو دیکھ سکتے ہیں بلکہ تین چار روز کے لئے اپنے پاس رکھ سکتے ہیں کیونکہ اس وقت میں تعمیلات کے لئے بعض دوسرے دیہات کے دورہ پر جا رہا ہوں واپسی پر یہ کتاب آپ سے لے لوں گا۔ چنانچہ مولوی صاحب رضی اللہ عنہ نے وہ کتاب سنبھال لی اور جاتے ہوئے گھر ساتھ لے گئے۔ دوسرے دن جب میرا کسی کام سے مولوی صاحب رضی اللہ عنہ کے یہاں جانا ہوا تو میں نے وہی کتاب، جو سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصنیف لطیف آئینہ کمالات اسلام تھی، حضور اقدس علیہ السلام کی چند نظموں کے اوراق کے ساتھ مولوی صاحب کی بیٹھک میں دیکھی۔ جب میں نے نظموں کے اوراق پڑھنے شروع کئے تو ایک نظم اس مطلع سے شروع پائی۔

عجب نوریست در جانِ محمدؐ
عجب لعلیست در کانِ محمدؐ

میں اس نظم نعتیہ کو اوّل سے آخر تک پڑھتا گیا مگر سوز و گداز کا یہ عالم تھا کہ میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو رہے تھے۔ جب میں آخری شعر پر پہنچا:

کرامت گرچہ بے نام و نشاں است
بیا بنگر ز غلامانِ محمدؐ

تو میرے دل میں تڑپ پیدا ہوئی کہ کاش ہمیں بھی ایسے صاحبِ کرامات بزرگوں کی صحبت سے مستفیض ہونے کا موقع مل جاتا۔ اس کے بعد جب میں نے ورق اُلٹا تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ منظومۂ گرامی تحریر پایا

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں ، دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم

چنانچہ اسے پڑھتے ہوئے جب میں اس شعر پر پہنچا کہ

کافر و ملحد و دجال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غمِ ملت میں رکھایا ہم نے

تو اس وقت میرے دل میں ان لوگوں کے متعلق جو حضور اقدس علیہ السلام کا نام ملحد و دجال وغیرہ رکھتے تھے، بے حد تاسف پیدا ہوا۔ اب مجھے انتظار تھا کہ مولوی امام الدین صاحب رضی اللہ عنہ اندرون خانہ سے بیٹھک میں آئیں تو آپ رضی اللہ عنہ سے اس پاکیزہ سرشت بزرگ کا حال دریافت کروں۔ چنانچہ جب مولوی صاحب رضی اللہ عنہ بیٹھک میں آئے تو میں نے آتے ہی دریافت کیا کہ یہ منظومات عالیہ کس بزرگ کے ہیں اور آپ کس زمانہ

میں ہوئے ہیں۔ مولوی صاحب ؓ نے مجھے بتایا کہ یہ شخص مولوی غلام احمد ہے جو مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور قادیان ضلع گورداسپور میں اب بھی موجود ہے۔ اس پر سب سے پہلا فقرہ جو میری زبان سے حضور اقدس ؑ کے متعلق نکلا وہ یہ تھا کہ:

’’دنیا بھر میں اس شخص کے برابر کوئی رسول اللہ ﷺ کا عاشق نہیں ہوا ہو گا‘‘

......ان ارشادات عالیہ کے پڑھتے ہی مجھے حضور اقدس ؑ کے دعویٰ عیسویت اور مہدویت کی حقیقت معلوم ہو گئی اور میں نے 1897ء میں غالباً ماہ ستمبر یا ماہ اکتوبر میں بیعت کے متعلق خط لکھ دیا۔ چنانچہ حضور اقدس ؑ کی طرف سے حضرت مولانا عبدالکریم صاحب ؓ کا نوشتہ خط، جو میری قبولیت بیعت کے متعلق تھا، مجھے پہنچ گیا۔ میں نے جب یہ خط مولوی امام الدین صاحب ؓ کو دکھایا تو انہوں نے کہا کہ آپ نے بیعت کرنے میں جلدی کی ہے مناسب ہوتا اگر آپ تسلی کے لئے پوری پوری تحقیق کر لیتے۔ میں نے کہا میری تسلی تو خدا کے فضل سے ہو گئی ہے۔ اس کے بعد مولوی صاحب ؓ نے وہ مرسلہ رسائل، جو حضور اقدس نے قادیان سے میرے نام ارسال فرمائے تھے، پڑھنا شروع کر دیئے۔ ان رسالوں کے مطالعہ سے مولوی صاحب ؓ کو تو اس قدر فائدہ ہوا یا نہیں مگر مجھے ان کے مطالعہ سے یوں معلوم ہوا کہ جیسے میں ایک تاریک دنیا سے نکل کر روشنی کے عالم میں آ گیا ہوں۔ آخر مولوی صاحب ؓ کو بھی خدا تعالیٰ نے حضور اقدس کی کتابوں کے مطالعہ سے ہدایت بخشی اور آپ 1899ء میں میرے ساتھ حضور اقدس ؑ کی دستی بیعت کے لئے قادیان روانہ ہو گئے۔

قادیان میں حضرت اقدس ؑ کے ایک نشان کا ذکر کرتے ہوئے مولانا راجیکی صاحب ؓ فرماتے ہیں:

’’جب میں اور مولوی امام الدین صاحب ؓ قادیان مقدس پہنچے اور مسجد مبارک پر جانے کے لئے اس کے اندرونی زینہ پر چڑھنے لگے تو میں وہیں کھڑے کھڑے حضور اقدس ؑ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے کچھ نذرانہ کی رقم نکالنے لگ گیا اور مولوی صاحب ؓ اتنی دیر میں مسجد کے اوپر بارگاہِ نبوت میں جا پہنچے حضور اقدس ؑ نے مولوی صاحب ؓ کو مصافحہ کا شرف بخشتے ہی فرمایا:

’وہ لڑکا جو آپ کے پیچھے آ رہا تھا اس کو بلاؤ‘

چنانچہ مولوی صاحب ؓ واپس لوٹے اور زینہ پر آ کر کہنے لگے میاں غلام رسول آپ کو حضرت صاحب یاد فرما رہے ہیں۔ میں یہ سنتے ہی حضور کی خدمتِ عالیہ میں جا پہنچا اور جب مصافحہ اور دیدار مسیح سے مشرف ہوا تو اس وقت مجھ پر کچھ ایسی رقت طاری ہوئی کہ میں بے ساختہ حضور ؑ کے قدموں میں گر گیا اور روتے روتے میری ہچکی بندھ گئی۔ حضور انور اس وقت نہایت ہی شفقت سے میرے سر اور میری پیٹھ پر دستِ مسیحائی پھیرتے جاتے تھے اور مجھے دلاسا دیئے جاتے تھے۔ جب میری طبیعت کچھ سنبھلی تو میں نے اپنے سر نیاز کو حضور ؑ کے پائے عالی سے اٹھایا اور مولوی امام الدین صاحب ؓ اور بعض دیگر اصحاب کی معیت میں حضور ؑ کے دست بیعت سے شاد کام ہوا۔ اس دوران میں یہ عجیب واقعہ رونما ہوا کہ حضور اقدس ؑ نے مجھے دیکھے بغیر ہی اور مولوی امام الدین صاحب ؓ سے بے پوچھے ہی یہ ارشاد فرما دیا کہ مولوی صاحب وہ لڑکا جو آپ کے پیچھے آ رہا تھا اس کو بلاؤ۔ یقیناً یہ بات حضور اقدس ؑ کے متعلق لانہ یری بنور اللہ (یہ جملہ اس حدیث کا ایک حصہ ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ ناقل) کی ایک دلیل ہے اور میرے لئے ایک نشان ہے‘‘۔

(حیات قدسی حصہ اول صفحہ 16 تا 20)

حضور اقدس ؑ نے بعد بیعت فرمایا کہ درود شریف اور استغفار کثرت سے پڑھنا چاہیئے اور نیز فرمایا کہ نماز میں مادری زبان یعنی پنجابی میں بھی دعا کر لی جائے یعنی مسنونانہ دعاؤں کے علاوہ۔ اس پر مولانا امام الدین صاحب ؓ نے عرض کیا کہ پنجابی میں نماز کے اندر دعا کرنے سے نماز ٹوٹ تو نہیں جائے گی؟ ایسے سوال کو بیعت کرنے کے بعد کرنا مجھے اس وقت سخت ناگوار محسوس ہوا۔ دل میں خیال آیا کہ جب اب بیعت ہو چکی ہے تو اب جیسے حضور ؑ فرماتے ہیں اس کے متعلق سوال کرنے کی کون سی گنجائش باقی رہ گئی۔ حضرت نے فوراً جواب دیا کہ نماز ٹوٹی ہوئی تو آگے ہی ہے۔ ہم نے تو ٹوٹی ہوئی کو جوڑنے کے لئے تدبیر بتائی ہے۔

بیعت کے بعد مخالفت

حضرت مسیح موعود ؑ کی بیعت کرنے کے بعد اپنے گاؤں موضع راجیکی واپس جانے کے لئے لاہور پہنچے تو آپ کے دل میں عربی پڑھنے کا شوق پیدا ہوا اور آپ مدرسہ رحیمیہ کی مولوی کلاس میں داخل ہو گئے۔ ان دنوں آپ کو ایک کتاب معرفۃ السلوک مل گئی جو آپ کے طبعی رجحان کے مطابق ہونے کی وجہ سے آپ کو بہت پسند آئی اور اکثر آپ کے زیرِ مطالعہ رہتی جس کی وجہ سے اس اسکول کے عام طلباء آپ کو صوفی کے نام سے پکارنے لگے۔ سکول میں چھٹیاں ہونے کے باعث جب آپ اپنے گاؤں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے اندر تبلیغ کا ایسا جوش بھر دیا کہ آپ شب و روز دیوانہ وار اپنوں اور بیگانوں کی محفل میں جاتے اور امام الزمان ؑ کے آنے کی مبارکباد عرض کرتے ہوئے تبلیغِ احمدیت شروع کر دیتے۔ اس پر آپ کے خاندان کے بزرگوں اور دیگر علماء کی طرف سے شدید مخالفت شروع ہو گئی۔ آخر ایک روز انہوں نے شیخ احمد نامی مولوی ساکن دھریکاں اور دیگر علماء کو بلایا اور سینکڑوں لوگوں کی موجودگی میں احمدیت سے توبہ کرنے کو کہا۔ آپ کی عمر اس وقت محض اٹھارہ انیس سال تھی مگر، اس روحانی جرات کی وجہ سے جو آپ کو محبوبِ ایزدی نے مرحمت فرمائی تھی، آپ نے ان مولویوں کی کوئی پرواہ نہ کی بلکہ آپ نے ان کو حضرت مسیح موعود ؑ کی صداقت کے دلائل سنانے کی کوشش کی۔ لیکن ان مولویوں نے دلائل سنے بغیر ہی آپ پر کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ جب مولوی شیخ احمد آپ کے دلائل سنے بغیر ہی اپنے گاؤں واپس چلا گیا تو آپ نے اسے ایک

عربی خط لکھا جس میں سید عبد القادر صاحب جیلانیؒ، بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ، محی الدین صاحب ابن عربی علیہ الرحمۃ اور جنید بغدادی علیہ الرحمۃ وغیرہم بزرگوں کے مخالفین کے فتاویٰ کفر کی مثال دے کر سمجھایا کہ تم نے ہمارے معاملہ میں بھی یقیناً ان مخالفین کی طرح ٹھوکر کھائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

اس فتویٰ تکفیر کے بعد مجھے لاالہ الا اللہ کی خالص توحید کا وہ سبق جو ہزارہا مجاہدات اور ریاضتوں سے حاصل نہیں ہوسکتا تھا، ان علماء کی آشوب کاری اور رشتہ داروں کی بے اعتنائی نے پڑھا دیا اور وہ خدا جو صدیوں سے عنقا اور ہما کی طرح لوگوں کے وہم وگمان میں تھا، سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہدِ نبوت کے توسط سے اپنی یقینی تجلیات کے ساتھ مجھ ذرۂ حقیر پر ظاہر ہوا۔ چنانچہ اس ابتدائی زمانہ میں جب کہ یہ علماءِ سوء گاؤں گاؤں میری کم علمی اور کفر کا چرچا کر رہے تھے، مجھے میرے خدا نے الہام کے ذریعہ سے یہ بشارت دی۔

"مولوی غلام رسول جوان صالح کراماتی"

چنانچہ اس الہام کے بعد جہاں اللہ تعالیٰ نے مجھے بڑے بڑے مولویوں کے ساتھ مباحثات کرنے میں نمایاں فتح دی ہے، وہاں میرے ذریعے سیدنا حضرت امام الزماں علیہ السلام کی برکت سے انذاری اور تبشیری کرامتوں کا بھی اظہار فرمایا ہے جن کا ایک زمانہ گواہ ہے۔

(حیات قدسی صفحہ 20 تا 22)

بیعت کے بعد ایک دفعہ آپ قادیان آئے تو شرمیلے پن کی وجہ سے اور اِس وجہ سے کہ بزرگانِ سلسلہ حضور علیہ السلام کے قریب ہوتے ہیں، دوتین دن تک حضور علیہ السلام سے ملاقات کا شرف حاصل نہ کرسکے۔ چنانچہ آپ نے ایک رقعہ میں اس کیفیت کو بیان کر کے حضور علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا۔ جب حضور علیہ السلام مسجد مبارک میں تشریف لائے تو آپ کو دیکھتے ہی فرمایا کیوں جی آپ اتنے دنوں سے آئے ہوئے ہیں اور ابھی تک ملے نہیں۔ آپ نے جو بات رقعہ میں لکھی تھی پھر عرض کر دی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ خواہ کوئی بھی ہو آپ میرے پاس آکر بیٹھا کریں۔ اس طرح سب بزرگوں نے بھی یہ بات سن لی اور آپ کو بھی جرأت ہوگئی۔ چنانچہ حضور علیہ السلام کی اس شفقت کے نتیجہ میں جب بھی حضور علیہ السلام بیت الذکر میں تشریف رکھتے تو آپ عموماً حضور علیہ السلام کے پاس بیٹھ کر آپؑ کا جسم مبارک دبانا شروع کر دیتے۔

حضرت مولوی صاحبؓ مسیحِ وقت کی نوازشوں کا مورد بنتے رہے۔ زلزلہ کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام باغ میں خیمہ لگا کر رہتے تھے تو مولوی صاحب نے ایک دن اپنے کُرتے کے بٹن کھول کر عرض کیا کہ حضور میرے سینہ پر پھونک ماریں اور دستِ مبارک بھی پھیریں۔ حضور علیہ السلام نے آپ کی خواہش پر از راہِ شفقت ایسا ہی کیا۔

آپ کو عشق رسول وعشق مسیح موعود کا عجب مقام حاصل تھا فرماتے ہیں: "...... کئی دفعہ مجھے آنحضرت ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت تو اگر ہر روز نہ ہوتی تو ہر ہفتہ میں تو ضرور ہی نصیب ہوتی۔ کئی بار مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ خواب میں مل کر کھانا کھاتے دیکھا"۔ (تاریخ احمدیت جلد 22 صفحہ 281)

حضرت مولانا عبد الکریم صاحب سیالکوٹیؓ کی تحریک پر آپ کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں رہنے کے کئی قیمتی مواقع میسر آئے اور امام الزمان سے براہِ راست فیضیاب ہونے کی بار بار سعادت نصیب ہوئی۔ چنانچہ 1902ء کے سالانہ جلسہ میں خوش قسمتی سے مہمان خانہ میں آپ کو حضرت شہزادہ عبد اللطیف صاحبؓ شہید کابل کے ساتھ ایک کمرے میں رہنے کا شرف حاصل ہوا نیز 1903ء کے سفر جہلم میں حضرت اقدس اور شہید مرحوم کی معیت کی عزت حاصل ہوئی۔

آپ ایک صاحب معرفت صوفی منش فانی فی اللہ بزرگ تھے۔ لیکن نوجوانی ہی سے ایک عظیم علمی مقام پر بھی فائز ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب 27 اکتوبر 1904ء کو سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ اور دو نومبر کو حضور علیہ السلام کا مشہور لیکچر 'لیکچر سیالکوٹ' ہوا۔ حضرت مولانا راجیکی صاحبؓ اس جلسے میں شریک تھے۔ دو روز قبل 31/اکتوبر کو دوپہر کے کھانے سے قبل آپ نے ایک لیکچر دیا۔ جسے سن کر حضرت مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ (بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ) نے فرمایا:

"میں تو سمجھتا تھا کہ نورالدین دنیا میں ایک ہی ہے مگر اب معلوم ہوا کہ ہمارے مرزا نے تو کئی نورالدین پیدا کر دیئے ہیں" (حیات قدسی حصہ دوم صفحہ: 33-31)

1905ء میں آپ کو حضور علیہ السلام کی بارگاہ عالی میں ایک عربی قصیدہ کے تین سو ساٹھ اشعار پڑھ کے سنانے کا موقع ملا۔ اسی طرح ایک دفعہ آپ کو حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں اپنا ایک فصیح وبلیغ اور بے نقطہ قصیدہ سنانے کا اعزاز نصیب ہوا۔ آپ کو حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ سے طب پڑھنے کی بھی توفیق ملی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اجازت سے آپ کو چھ ماہ تک جماعت کپورتھلہ میں درس قرآن دینے کی توفیق ملی۔

خلافتِ احمدیہ کے ادوار میں آپ کی خدماتِ دینیہ

حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد آپ اپنے وطن راجیکی چلے گئے جہاں سے حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ نے آپ کو قادیان بلا کر تعلیم الاسلام ہائی سکول میں قرآن کریم اور عربی کا استاذ مقرر فرمایا جہاں آپ نے صاحبزادہ مرزا بشیر احمد وصاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبان کو بھی پڑھایا۔ بعد ازاں حضورؓ نے آپ کو لاہور کی جماعت میں مبلغ اور مربی مقرر فرمایا۔ آپ کے شاگردوں کا سلسلہ بہت وسیع ہے۔ خلافت ثانیہ کے بہت سے علماء کو آپ کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا۔ جن دنوں آپ لاہور میں قیام رکھتے تھے حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے آپ سے الفوز الکبیر، حجۃ اللہ البالغہ اور تفسیر بیضاوی پڑھی۔

7 جون 1915ء کو بعد نماز عصر مسجد اقصیٰ میں حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا بنت سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نکاح کی تقریب تھی حضرت مصلح موعودؓ نے فیصلہ فرمایا کہ نکاح کا اعلان

مولوی غلام رسول صاحب راجیکیؓ کریں گے اور حضرت بھائی عبدالرحمٰن قادیانیؓ کو لاہور بھیجا کہ اپنے ساتھ قادیان لے آئیں۔ چنانچہ آپ قادیان پہنچے اور حضرت مصلح موعودؓ، حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ اور دوسرے بزرگان سلسلہ کی موجودگی میں خطبہ نکاح پڑھا۔

ایک دفعہ بہت دور دراز کے تبلیغی سفر کے دوران آپ سخت بیمار ہو گئے اور ایک بہت بڑا ناقابل علاج دنبل پھوڑا نکلا۔ ایک بہت قابل امریکی ڈاکٹر نے علاج سے انکار کر دیا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو واپس قادیان بلا لیا۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمان خانے میں قیام پذیر ہوئے۔ اور آپ کے لئے پہلی ضیافت حضرت اماں جانؓ نے کی اور کھانا تیار کر کے مہمان خانے میں بھجوا دیا۔ خدا کی قدرت ہر لقمہ آپ کے لئے برکت کا باعث بنتا گیا اور آپ کو محسوس ہونے لگا کہ طبیعت پر اچھا اثر پڑ رہا ہے۔ دو تین دن بعد حضرت مصلح موعودؓ کے حکم سے لاہور آ گئے۔ یہاں آپ کے اہل و عیال تھے۔ لاہور آ کر ایک رؤیا کی بنا پر آپ نے درس قرآن کا سلسلہ شروع فرمادیا جس کے نتیجہ میں آپ کو اس تکلیف سے جلد شفا ہو گئی۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فروری 1957ء میں آپ کو صدر انجمن احمدیہ پاکستان کا مستقل ممبر مقرر فرمایا علاوہ ازیں آپ افتاء کمیٹی کے بھی رکن تھے۔

حضرت چوہدری محمد حسین صاحب والد ماجد ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نوبل انعام یافتہ لکھتے ہیں: 29/1928ء میں ایک دفعہ جھنگ میں دورہ پر تشریف لے گئے...... عزیز عبد السلام سلمہ اس وقت بچہ تھا بھاگ دوڑ لیتا تھا لیکن بولتا نہ تھا اس کی والدہ نے مولوی صاحب سے درخواست کی کہ یہ بچہ بولتا نہیں تو آپ نے نہایت محبت سے اسے بلایا لیکن وہ نہ بولا پھر کوشش کی لیکن ناکامی رہی۔ آخر آپ نے دعا کی اور فرمایا 'ایسا بولے گا کہ دنیا سنے گی' 1962ء میں ریڈیو پر 'ایٹم برائے امن' پر پروفیسر عبدالسلام صاحب نے لندن سے برجستہ تقریر کی جو دنیا بھر میں سنی گئی اور سائنسدانوں نے اسے سراہا جس کے بعد تو آپ نے دنیا کی بڑی بڑی علمی جامعات اور کانفرنسز میں سینکڑوں تقاریر کیں جسے دنیا نے سنا اور آپ کو بڑے بڑے اعزازات سے نوازا گیا۔

باوجودیکہ آپ کی زندگی کا اکثر حصہ طویل سفروں میں گذرا اور تالیف و تصنیف کے لئے جو یکسوئی درکار ہوتی ہے۔ میسر نہیں تھی۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے منظوم کلام کے علاوہ سینکڑوں طویل مضامین آپ نے سپرد قلم کئے۔ جو سلسلہ کے اخبارات میں شائع ہوئے۔ آپ کی اعلیٰ حقائق و معارف پر مشتمل جلسہ سالانہ کی تقاریر بھی شائع شدہ ہیں جن میں سے بعض علیحدہ کتابی صورت میں طبع ہو چکی ہیں۔

(اصحاب احمد جلد 8 صفحہ:38)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

”کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ ہماری جماعت کے کسی آدمی کے ہٹنے یا اس کے مرجانے کی وجہ سے سلسلہ کے کاموں میں کوئی رخنہ پڑا ہو بلکہ جب بھی بعض لوگ ہٹے، بغیر ہماری کوشش اور سعی کے اللہ تعالیٰ گمناموں میں سے بعض آدمیوں کو پکڑ پکڑ کر آگے لاتا رہا۔ اسی طرح میں سمجھتا ہوں کہ مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کا اللہ تعالیٰ نے جو بحر کھولا ہے وہ بھی زیادہ تر اسی زمانہ سے تعلق رکھتا ہے۔ پہلے ان کی علمی حالت ایسی نہیں تھی مگر بعد میں جیسے یکدم کسی کو پستی سے اٹھا کر بلندی تک پہنچا دیا جاتا ہے اسی طرح خدا نے ان کو مقبولیت عطا فرمائی اور ان کے علم میں ایسی وسعت پیدا کر دی کہ صوفی مزاج لوگوں کے لئے ان کی تقریر بہت ہی دلچسپ، دلوں پر اثر کرنے والی اور شبہات و وساوس کو دور کرنے والی ہوتی ہے۔ گزشتہ دنوں میں شملہ گیا تو ایک دوست نے بتایا کہ مولوی غلام رسول صاحب راجیکی یہاں آئے اور انہوں نے ایک جلسہ میں تقریر کی جو رات کے گیارہ ساڑھے گیارہ بجے ختم ہوئی۔ تقریر کے بعد ایک ہندو ان کی منتیں کر کے انہیں اپنے گھر لے گیا اور کہنے لگا کہ آپ ہمارے گھر چلیں آپ کی وجہ سے ہمارے گھر میں برکت نازل ہوگی“۔ (خطبات محمود جلد 21 صفحہ:415) (باقی آئندہ)

شکر للہ مل گیا ہم کو بھی مقصودِ حیات

برقِ ہستی کی چمک سے جبکہ کچھ پیدا نہ تھا
اے خدا تیرے سوا سرِّ ازل اصلا نہ تھا

علم و قدامت کی تجلی سے ہے نقشِ کائنات
صنعتِ ایجاد کا قبل اس کے راز افشا نہ تھا

کاف و نونؔ اصل ہے مفتاح ان اسرار کی
کون جانے کیوں ہوا پیدا کہ جو پیدا نہ تھا

کنتُ کنزاً کی حقیقت گو محبت سے کھلی
لیک جز اپنے خدا تو غیر پر شیدا نہ تھا

قدسیوں کا غلغلہ ہے قدس کے اسرار سے
راز پنہاں کا تماشہ منظر اخفٰی نہ تھا

جلوۂ تکوین سے عالم تماشا گہ بنا
منظر تخلیق بن منظر کوئی اجلےٰ نہ تھا

حسن ہی تھا گو جہاں میں ہر طرف جلوہ نما
ایک سوز عشق شمع سے جدا پروانہ تھا

ہو گئے جب ختم زینے معرفت کے، خلق میں
آ گیا خالق نظر ایسا کہ کچھ پردہ نہ تھا

معرفت اور عشق دونوں پر تھے اس پرواز کے
اس سے بڑھ کر سیرِ قدسی کے لئے آلہ نہ تھا

جذبۂ احسان سے محسن کے عاشق ہو گئے
ہاں شناخت کر لیا محبوب جو اخفٰی نہ تھا

شکر للہ مل گیا ہم کو بھی مقصودِ حیات
ورنہ میرے جیسا کوئی احقر و ادنیٰ نہ تھا

(حیاتِ قدسی صفحہ 239-240)

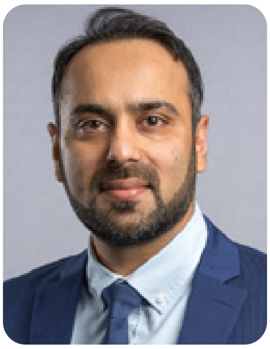

نوبل انعام

(مکرم ڈاکٹر شکیل احمد شاہد صاحب۔ Ph.D.Biochemistry)

الفریڈ نوبل Alfred Nobel

(21 October 1833-10 December 1896)

الفریڈ نوبل سویڈن میں پیدا ہوا اور ایک ماہر کیمیادان، انجینئر اور سائنسدان ہونے کے علاوہ کامیاب کاروباری اور انسان دوست شخصیت کا حامل تھا۔ اپنی زندگی میں نوبل نے بے شمار دریافتیں کیں جن میں سے ڈائنامائیٹ کی دریافت زیادہ مشہور ہوئی اور مالی طور پر بھی نوبل کے لئے سب سے زیادہ منفعت کا باعث ہوئی۔ ڈائنامائٹ دریافت کرتے وقت شاید نوبل کو احساس نہیں تھا کہ دنیا اس دھا کہ خیز مواد سے فائدہ حاصل کرنے سے کہیں زیادہ اسے جنگوں میں استعمال کر کے اپنی ہلاکت کے سامان پیدا کر لے گی۔

اسے ستم ظریفی کہیئے یا خوش بختی کہ 1888ء میں نوبل کے بھائی کی وفات کو ایک فرانسیسی اخبار نے نوبل کی وفات سمجھ کر یہ خبر شائع کر دی۔

”The merchant of death is dead“

”موت کا سوداگر چل بسا“

گو یہ خبر غلط تھی اور بعد ازاں اس کی تصحیح بھی کر دی گئی۔ تاہم اس خبر کی بنیاد پر وہ انعام معرض وجود میں آیا جسے بجا طور پر دنیائے سائنس وعلم کا سب سے بڑا انعام سمجھا جاتا ہے۔ اس خبر کو پڑھ کر نوبل کو سخت صدمہ

Alfred Nobel

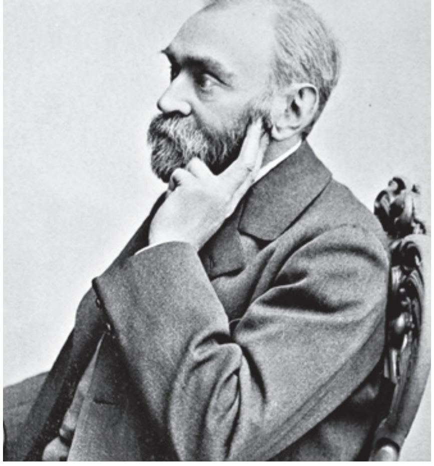

ہوا کہ دنیا اسے اس کے مرنے کے بعد ان الفاظ میں یاد رکھے گی۔ نوبل نے اپنے بزنس سے پیدا ہونے والے نفع کو انسانیت کی بھلائی پر خرچ کرنے کا فیصلہ کیا اور 1895ء میں وصیت کی کہ اس کی تمام دولت فنڈ کی شکل میں جمع ہو اور اس سے حاصل شدہ نفع ہر سال پانچ ایسے افراد کو انعام دینے کی صورت میں استعمال کیا جائے جو خدمتِ انسانیت میں قابل قدر کام کر چکے ہوں۔

اس کی وصیت کے تحت شعبہ فزکس، کیمسٹری، طب، امن اور لٹریچر میں انعامات کی سب سے پہلی تقسیم اس کی وفات کے پانچ سال بعد نوبل فاؤنڈیشن کے تحت دسمبر 1901ء میں منعقد ہوئی۔ 1968ء میں اکنامکس کے میدان میں بھی نوبل انعام دینے کا آغاز ہوا۔

قارئین کرام! یہ تو آپ جانتے ہیں کہ دنیائے سائنس میں ڈاکٹر عبدالسلام ابن چوہدری محمد حسین صاحب کو

1979ء میں نوبل انعام دیا گیا۔ یوں دنیائے اسلام میں آپ کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ آپ سب سے پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے سائنس کے میدان میں نوبل انعام حاصل کیا۔ اسی طرح آپ نے پاکستان کے لئے سب سے پہلا نوبل انعام حاصل کرکے وطن عزیز کا نام روشن کیا۔ آپ نے یہ انعام فزکس میں حاصل کیا تھا۔

آئیں اب رواں سال میں دئے گئے نوبل انعامات پر نظر ڈالیں۔

طب کا نوبل انعام

اس سال تین سائنسدانوں کو کالے یرقان یعنی Hepatitis-C کے وائرس کی دریافت پر طب کا نوبل انعام دیا گیا۔ یہ وائرس انسانی جگر پر حملہ کرکے جان لیوا بیماریوں اور جگر کے کینسر کا باعث بنتا ہے۔ اس سے ہر سال دنیا بھر میں تقریباً سات کروڑ انسان متاثر ہوتے ہیں اور چار لاکھ افراد اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ ہیپاٹائٹس وائرس کی تین اقسام ہیں، یعنی ہیپاٹائٹس A,B,C۔ ہیپاٹائٹس A گندے پانی اور کھانے کے ذریعہ انسانی صحت کو متاثر کرتا ہے۔ اس وائرس کے حملہ کے بعد انسانی جسم تقریباً ایک ہفتہ میں صحت مند ہوجاتا ہے اور زندگی بھر کے لئے اس وائرس کے خلاف قوت مدافعت پیدا کرلیتا ہے۔ ہیپاٹائٹس B اور C خون کے ذریعہ انسانی جگر کو متاثر کرتے ہیں اور جگر کی جان لیوا بیماریوں پر منتج ہوتے ہیں۔ یہ دونوں وائرس استعمال شدہ انجکشن سرنجز اور خون کے عطیہ کے دوران جسم میں داخل ہوجاتے ہیں۔ چونکہ یہ وائرس خون میں شامل ہونے کے باوجود بعض اوقات سالہا سال تک بیماری کی علامتیں ظاہر نہیں کرتے اس لئے خون کا عطیہ کرنے والے بظاہر صحت مند افراد کو بھی علم نہیں ہوتا کہ وہ دوسروں کو خون عطیہ کرکے اس وائرس کے پھیلاؤ کا باعث بن رہے ہیں۔ Hepatitis-B کی دریافت پر 1976ء میں طب کا نوبل انعام دیا گیا۔

Hepatitis-A,B کی دریافت کے بعد بھی سائنسدان حیران تھے کہ انسانی جگر ابھی بھی ان بیماریوں سے متاثر ہو رہے ہیں جو Hepatitis-A,B کے علاوہ کسی اور جراثیم کی وجہ سے تھیں۔ یعنی ایسا خون جو مذکورہ بالا دونوں وائرسز سے پاک تھا اس کے عطیہ سے بھی جگر متاثر ہوسکتا تھا۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ کوئی اور وائرس یا جراثیم بھی ہے جو ابھی تک دریافت نہیں ہوا۔ طب کے اس سال کے نوبل انعام کے پہلے حصہ دار Dr. Alter ہیں جو 1970ء کی دہائی میں اپنے تجربات سے اس نتیجہ پر پہنچ گئے تھے کہ کوئی اور جراثیم بھی ہے جو Hepatitis-A,B دونوں کے علاوہ ہے۔ 1980ء میں Dr.Houghton نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس وائرس کو دریافت کرلیا اور اسے Heptatitis-C کا نام دیا اور یوں طب کے اس نوبل انعام کے دوسرے حصہ دار بنے۔ اس انعام کے تیسرے حصہ دار Dr.Rice ہیں جنہوں نے Hepatitis-C پر ایسے جینیاتی تجربات کئے جس سے سائنسدانوں کو اس وائرس کو بہتر طور پر سمجھنے کا موقع ملا اور اس کے موروثی مادہ RNA کو الگ کرکے بندروں میں تجربات کرنے کی راہ ہموار ہوئی۔

کیمسٹری کا نوبل انعام

کیمسٹری میں سال 2020ء میں دو سائنسدانوں کو Gene Technology کو بہتر بنانے پر انعام سے نوازا گیا۔ یہ دونوں خواتین ہیں جن کا نام Emaunella Charpentier اور Jennifer A. Doudna ہے۔ سادہ الفاظ میں ان دونوں سائنسدانوں نے 2012ء میں ایسی جینیاتی قینچی دریافت کی جو جانوروں، پودوں اور خوردبینی جرثوموں کے DNA کو مطلوبہ جگہ سے بغیر غلطی کے کاٹنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ ظاہر ہے یہ قینچی لوہے کی تو نہیں کیونکہ DNA تو بہت چھوٹا ہوتا ہے اور طاقتور سے طاقتور خوردبین بھی اسے دیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ دراصل ان سائنسدانوں نے ایسا طریقہ دریافت کیا جس سے Enzymes کو استعمال کرتے ہوئے قینچی کی طرح مطلوبہ جگہ سے DNA میں کانٹ چھانٹ کی جاسکتی ہے۔

DNA کو آپ آسان الفاظ میں ایک ایسی کتاب سے تشبیہ دے سکتے ہیں جس میں انسان کے بارے میں سب ہدایات ومعلومات موجود ہوں۔ یہی ہدایات فیصلہ کرتی ہیں کہ انسان کا رنگ، قد، جسامت، صحت وغیرہ کیسی ہوگی۔ ان دونوں سائنسدانوں کی تحقیق اور جینیاتی قینچی کو استعمال کرکے سائنسدان اب اس کتاب میں موجود معلومات کو اپنی مرضی سے بدل سکتے ہیں۔ یعنی وہ ہدایات جو موروثی کینسر یا کسی دوسری بیماری پر منتج ہورہی ہوں، انہیں سائنسدان اپنی مرضی سے متعلقہ جگہ سے edit کرسکتے ہیں۔ یعنی اس حصہ کو جینیاتی قینچی کے ذریعہ کاٹ کر الگ کردیں گے اور اس کی جگہ صحت مند حصہ لگا کر ایسا DNA بنے گا جس سے موروثی کینسر یا بیماریوں سے خلاصی مل جائے گی۔

اس حیرت انگیز genetic engineering کے ذریعہ جہاں فصلوں کی پیداوار میں بہتری آئی ہے وہاں مستقبل میں لاکھوں انسان جدید طبی سہولیات سے مستفید ہوسکیں گے۔ اس دریافت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایسی فصلیں تیار ہورہی ہیں جو کیڑوں اور خشک سالی کا مقابلہ کرنے میں بہتر ہیں۔ اس دریافت کی بدولت ابھی سے ایسی ادویات تجربات کے مراحل میں ہیں جو موروثی کینسر اور بیماریوں کو ٹھیک کرسکیں گی۔

فزکس کا نوبل انعام

قارئین کرام! بلیک ہولز black holes اتنے طاقتور اور نہ دکھائی دینے والے وجود ہیں کہ جو چیز بھی حتّٰی کہ ستارے بھی ان کے قریب آئیں تو وہ انہیں اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ ان کی کشش اس قدر زیادہ ہے کہ روشنی بھی اس کشش سے نہیں بچ سکتی۔ اس لئے انہیں بلیک ہولز کہا جاتا ہے۔ اس سال تین سائنسدانوں کو ان بلیک ہولز سے متعلق ریسرچ پر فزکس کا نوبل انعام دیا گیا۔

اس نوبل انعام کو حاصل کرنے والے تین میں سے ایک سائنسدان Roger Penrose نے بلیک ہولز کی پیدائش کو آئن سٹائن کے نظریہ اضافت General Theory of Relativity سے جوڑتے ہوئے اپنی کیلکولیشنز سے اس امر کو ثابت کیا تھا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ خود آئن سٹائن جو اس مشہورِ زمانہ نظریہ اضافت کا خالق ہے کو خود یہ یقین نہیں تھا کہ بلیک ہولز واقعی موجود ہیں۔ Roger Penrose نے جنوری 1965ء میں آئن سٹائن کی وفات کے دس برس بعد اپنی ریسرچ شائع کی تھی جس پر انہیں یہ انعام دیا گیا۔

فزکس کے نوبل انعام کے دوسرے دو حصہ دار Reinhard Genzel (جرمن سائنسدان) اور Andrea Ghez (امریکن سائنسدان) ہیں جنہوں نے اپنی ریسرچ سے ثابت کیا کہ ہماری کہکشاں کے مرکز میں ایک نہایت طاقتور، وزنی اور نہ دکھائی دینے والا بلیک ہول ہے جس کی وجہ سے ہماری کہکشاں کے مرکز میں موجود ستارے اپنے محور کے گرد گردش کر رہے ہیں۔ اس قسم کے اجرام فلکی Supermassive black hole کہلاتے ہیں۔

قارئین کرام! یہاں یہ بتانا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ ہماری کہکشاں جس کا نام Milky Way ہے میں ایک اندازے کے مطابق دو سے تین سو ارب اجرام فلکی موجود ہیں۔ ان میں سے بعض اپنے حجم میں اس قدر بڑے ہیں کہ ہزاروں زمینیں ایک ستارے میں سما جائیں۔ ماہر فلکیات کے نزدیک ہماری کہکشاں کی طرح اس کائنات میں ایک سو ارب مزید کہکشائیں بھی ہیں۔ ان تمام کہکشاؤں میں موجود ستاروں کی تعداد زمین کے تمام ریگستانوں اور ساحلوں کی ریت کے ذرات سے زیادہ ہے۔ اور ہماری کائنات اس قدر وسیع ہے کہ اکثر حصہ اس کا ابھی خالی ہے۔ جوں جوں ریسرچ کا معیار بہتر ہو رہا ہے، نئی نئی کہکشائیں دریافت ہوتی جا رہی ہیں۔

امن کا نوبل انعام

جس طرح جسمانی بیماریوں کی دو بڑی اقسام ہیں، ایک وہ جو عارضی مگر بہت شدید ہوں جنہیں حاد امراض acute diseases کہا جاتا ہے اور دوسری وہ جو سالہاسال تک انسان کے ساتھ لگی رہتی ہیں مگر شدت میں کم ہوتی ہیں، انہیں مضمن Chronic diseases کہا جاتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح اہل علم نے بھوک یا قحط کی بھی دو قسمیں کی ہیں۔ پہلا acute hunger یعنی عارضی قحط جو جنگ زدہ، وبا زدہ علاقوں میں پیدا ہوتا ہے اور گو حالات سے مشروط ہونے کے باعث عارضی ہے مگر شدت میں بہت زیادہ ہوتا ہے۔ دوسرا chronic hunger ایسا قحط ہے جو برس ہا برس سے غریب ممالک کے علاقوں میں لاکھوں افراد کو متاثر کر رہا ہے۔

World Food Programme تنظیم کو دنیا بھر میں acute hunger اور chronic hunger سے متاثر افراد کی مدد کرنے پر 2020ء کا امن کا نوبل انعام دیا گیا ہے۔ بھوک اور قحط کے خلاف کام کرنے کے علاوہ اس تنظیم نے جنگ زدہ علاقوں میں امن قائم کرنے کی کوششیں بھی کیں اور بھوک کو بنیاد بنا کر جنگ اور تنازعات پیدا کرنے والوں کے خلاف بہترین طریق پر مہم چلائی۔ یہ دنیا کی سب سے بڑی فلاحی تنظیم ہے جس نے بھوک کے خلاف جنگ شروع کی ہوئی ہے۔ کورونا وائرس نے یمن، کانگو، نائجیریا، جنوبی سوڈان اور بورکینا فاسو جیسے غریب ممالک میں کثرت سے لوگوں کو قحط سے دوچار کر دیا ہے۔ ان حالات میں اس تنظیم نے اپنی کوششوں میں بہت تیزی کر دی تھی۔ اس کا ماٹو تھا کہ جب تک اس بیماری کے خلاف ویکسین دریافت نہیں ہوتی، بھوک سے دوچار غربا کے لئے خوراک ہی بہترین ویکسین ہے۔

ادب کا نوبل انعام

ادب کا نوبل انعام امریکہ کی 77 سالہ Louise Glück کو دیا گیا جو انگریزی کی پروفیسر اور امریکہ کی چوٹی کی شاعرہ ہیں۔ ان کی پہلی تصنیف 1968ء میں شائع ہوئی۔ آپ ایک درجن شاعری مجموعوں کے علاوہ شعر و شاعری پر کئی مضامین تحریر کر چکی ہیں۔ نوبل انعام سے قبل بھی اہم ایوارڈز حاصل کر چکی ہیں۔ Glück نوبل انعام کے ساتھ ملنے والی تقریباً ایک ملین یورو رقم سے اپنا گھر خریدنے کا سوچ رہی ہیں۔

لٹریچر کے نوبل انعام کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ دیگر نوبل انعامات کے برعکس لٹریچر کے نوبل انعام کو ایک سے زیادہ افراد میں شیئر نہیں کیا جاتا۔ صرف چار مرتبہ ایسا ہوا کہ یہ انعام دو افراد میں تقسیم کیا گیا۔ 1901ء سے 2020ء تک 117 افراد لٹریچر کا نوبل انعام حاصل کر چکے ہیں جن میں سے 16 خواتین ہیں۔ سب سے زیادہ انگریزی مصنفین کو نوبل انعام دئے گئے ہیں جن کی تعداد 30 ہے۔ دوسرے نمبر پر فرنچ مصنفین کو 15 اور تیسرے نمبر پر جرمن مصنفین کو 14 نوبل انعام دئے گئے ہیں۔

اکنامکس کا نوبل ایوارڈ

سویڈن کے سنٹرل بینک Svergies Riksbank نے اپنی 300 سالگرہ کے موقع پر نوبل فاؤنڈیشن کو خطیر رقم عطیہ کی۔ چنانچہ نوبل فاؤنڈیشن نے الفریڈ نوبل کی یاد میں 1968ء میں مذکورہ بالا پانچ نوبل انعامات کے ساتھ اکنامکس کے میدان میں بھی نوبل انعام دینے کا فیصلہ کیا۔ چونکہ الفریڈ نوبل کی 1895ء میں کی گئی وصیت میں اس کا ذکر نہیں تھا، اس لئے گو اسے نوبل انعام تو نہیں کہہ سکتے، تاہم یہ ایوارڈ بھی نوبل فاؤنڈیشن کی سرپرستی میں دیگر نوبل انعامات کے ساتھ ہی دیا جاتا ہے۔ اس کا درست نام Sveriges Riksbank Prize in Economic Sciences in Memory of Alfred Nobel ہے اور عام طور پر اکنامکس کے نوبل ایوارڈ کے نام سے

باقی صفحہ 45 پر

(محمد کولمبس خاں۔ مہدی آباد Nahe)

مادرِ مہربان

محترمہ خدیجہ کیتھے شنڈلر

Käthe Schindler

سولہ جولائی 1979ء پیر کے روز خاکسار کام کے بعد جب گھر آیا اور چھ منزلہ عمارت جس میں کوئی چوبیس فلیٹ تھے چوتھی منزل پر جانے کے لئے اس کی لفٹ کے پاس پہنچا۔ یہاں ایک بزرگ خاتون پہلے سے لفٹ کا بٹن دبا کر اس کی آمد کا انتظار کر رہی تھی۔ لفٹ ابھی نہیں آئی تھی کہ خاکسار نے اس کے بیرونی دروازے کا ہینڈل پکڑ لیا گویا کھولنے کے لئے کھینچنے لگا ہوں کہ آواز آئی "جسٹ ویٹ پلیز"۔ لفٹ آئی تو ہم دونوں اس میں سوار ہوگئے۔ خاکسار نے چوتھی منزل پہ جانا تھا اور اس خاتون نے پانچویں منزل پر۔ اسی دوران اپنے مختصر تعارف کے علاوہ انگریزی میں گفتگو کے ذریعہ اس نے اپنے جنگِ عظیم کے دوران ذاتی تجربات کی بدولت مہاجرین کی مشکلات کا ادراک رکھتے ہوئے کشادہ دِلی سے ممکنہ مدد بہم پہنچانے کی پیشکش بھی کر دی۔ یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ان کے پاس ایک ٹائپ رائٹر ہے جو عاریتاً مل بھی سکتا ہے۔ دو گھنٹے بعد دیکھا تو ہمارے فلیٹ کے دروازہ پر ایک ٹائپ رائٹر پڑا ہے۔ دو دن بعد واپس کرنے گیا اور شکریہ ادا کیا تو کہنے لگیں شکریہ کس بات کا؟ میرے پاس بھی ویسے ہی پڑا ہے۔ تمتع زِ ہر گوشہ یافتم کے مقولے پر عمل کرتے ہوئے خاکسار کے اِس سوال پر کہ آپ انگریزی اچھی بول لیتی ہیں کیا جرمن زبان سیکھنے میں میری کچھ مدد کر سکتی ہیں؟۔ انہوں نے بڑی خوش دلی سے حامی بھر لی اور اس بات کا بھی اظہار کیا اس سے اِن کی انگریزی بھی فریش ہو جائے گی۔ خاکسار نے جرمن سیکھنے کے لئے ایک کتاب خرید رکھی تھی اور ان سے روزانہ شام کو کام سے چھٹی کے بعد جا کر سبق لیتا۔ جُوں جُوں جرمن زبان کی شُدبدھ بڑھنے لگی انگریزی کی مدد سے گفتگو کے دائرہ میں مذہب اور سیاست شامل ہوگئی۔ حضرت نبی کریم ﷺ کی سیرت اور اسلام کی تعلیم ابتدائی موضوعِ گفتگو تھے۔ وہ اپنی پہلی حاصل کردہ معلومات کی بناء حضور ﷺ سے کسی حد تک عقیدت بھی رکھتی تھیں۔ ان کے والد ایک سوشل ڈیموکریٹ تھے جنہیں نازی دور میں کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ جنگ کے دوران اس قدر تکالیف اٹھا چکی تھیں کہ ارادہ کر لیا تھا کہ وہ اور ان کی نواسی دونوں دوبارہ جنگ لگنے کی صورت میں مل کر خودکشی کر لیں گی۔

موصوفہ محترمہ خدیجہ صاحبہ مضمون نگار کے ساتھ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد اور اسلام کی حقیقی تعلیم پاکستان کے حالات بھی گفتگو کا موضوع رہتے تھے۔ خاکسار کے علاوہ دوسرے احمدی دوست بھی انہیں ماں کی طرح ہی سمجھتے تھے اور چھوٹے موٹے مسائل کی صورت میں وہ حسبِ توفیق رہنمائی اور مدد بھی کرتی رہتی تھیں۔ ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ جب خلافت پر متمکن ہونے کے بعد مسجد بشارت سپین کی افتتاحی تقریب کے لئے بیرونِ ملک دورہ پر پہلی بار ہیمبرگ۔ جرمنی تشریف لائے تو مسجد فضلِ عمر میں ایک تبلیغی نشست کا بھی اہتمام کیا گیا۔ اس میں انہیں شامل ہونے کی توفیق ملی۔ مکرم ہدایت اللہ ہبش صاحب نے حضور اقدسؒ کی جرمن زبان میں ترجمانی کی توفیق پائی۔ اس میٹنگ کے بعد حضرت اقدسؒ کی شخصیّت سے اپنے بہت متاثر ہونے کا ذکر اپنی واقف کار جرمن عورتوں سے کرتیں۔ اکثر احمدی نوجوان اپنے چھوٹے موٹے مسائل کے حل کے لئے ان سے استمداد کے لئے آ جایا کرتے اور ان کو بھی ایک قسم کی کارآمد مصروفیت مل گئی۔ نارڈرسٹڈ میں ہماری جماعت پاکستانی باشندوں پر مشتمل تھی اس لئے وہ ان سب کے لئے۔ میرے پاکستانی۔ کہہ کر ذکر کرتیں۔ آہستہ آہستہ دو تین احمدی خواتین بھی آ گئیں تو ان کی بھی میل ملاقات بڑھنے لگی۔ سلائی کڑھائی جیسے کاموں کو بڑے سلیقہ سے کر لیتی تھیں۔ خاکسار کی اہلیہ اور بچیاں آئیں تو گھر میں باقاعدہ دعوت کی۔ تیئیس مارچ 1989ء کو نارڈرسٹڈ میں صدسالہ جشنِ تشکر کی تقریب مقامی ٹاؤن ہال میں منعقد کی گئی تو اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے پیغام کا جرمن ترجمہ سُن کر حضورؒ کا نہایت ادب سے تعریفی رنگ میں ذکر کرتیں۔ خاص طور پر اس بات کا اظہار کہ حضور انور کی باتوں سے آپ کا ظاہر و باطن ایک ہی نظر آتا ہے۔ مہدی آباد مشن ہاؤس خریدنے کے بعد یہاں پر جماعت کا تعارف اور باہمی تعلق کو فروغ دینے کے لئے مقامی شہریوں کے لئے ایک تقریب کا اہتمام کیا گیا۔ اس میں بھی شامل ہوئیں اور جرمنوں کے ساتھ انفرادی گفتگو میں احمدیت کا تعارف احمدیوں کے مخلصانہ طرزِ عمل کا ذکر کرتی رہیں۔

باقی صفحہ 43 پر

(مرتبہ: مدبر احمد خان)

کورونا وائرس کی دوسری لہر

طبی، نفسیاتی اور معاشی ماہرین کے خیالات

مکرم ڈاکٹر فہیم یونس صاحب

یونیورسٹی آف میری لینڈ کے Upper Chesapeake System میں بطور سربراہ شعبہ متعدّی امراض خدمتِ انسانیت میں مصروف عمل مکرم ڈاکٹر فہیم یونس صاحب نے اخبار احمدیہ جرمنی سے گفتگو کے دوران چند سوالات کے بارہ میں اپنی رائے دی۔

اخبار: کورونا موسم سرما میں شروع ہوا تھا، اب گرمیوں کے بعد پھر سردی آرہی ہے۔ اس حوالے سے کورونا کے بارے میں کچھ بتائیں اور اس صورتحال میں ہمیں کیا کچھ کرنا چاہیے۔ آئندہ سردیوں میں اس کے بارہ میں کیا خدشات ہیں؟ کس حد تک اس کے بڑھنے کا امکان ہے، وغیرہ۔

ڈاکٹر صاحب: سردیوں میں کورونا وائرس کے پھیلاؤ کے متعلق کوئی حتمی رائے نہیں دی جاسکتی۔ ممکن ہے کہ یہ دنیا کے بعض ممالک میں تو یہ بڑی سُرعت کے ساتھ پھیلے اور بعض میں اس کے پھیلاؤ میں خاطر خواہ اضافہ نہ ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہی ملک کے بعض حصوں میں اس کا پھیلاؤ بہت تیزی سے ہو اور بعض میں انتہائی سست۔ شہری آبادیاں اس وائرس کی دوسری لہر سے زیادہ متاثر ہوسکتی ہیں۔

سردیوں میں انفلوئنزا کی ویکسین لگوانی چاہیے تا کہ انفلوئنزا سے بچا جاسکے۔ یہ احتیاط اس لئے بھی ضروری ہے کہ خدانخواستہ کورونا وائرس کے حملہ کی صورت میں انفلوئنزا کے حملے سے بچا جاسکے۔ اگر ملک میں حکومت کورونا وائرس کی ویکسین منظور کر دے تو وہ لگوانی چاہیے۔ سردیوں میں عموماً تنگ گھروں میں رہتے ہیں لہٰذا اگر گھر میں کسی کو کھانسی، بخار جیسی شکایات ہوں تو فوری طور پر کورونا کے ٹیسٹ کے علاوہ فلو کا ٹیسٹ بھی لازمی کروائیں۔ چونکہ دونوں بیماریوں کی علامات ایک جیسی ہیں لیکن ان کا علاج مختلف ہے۔ کھانسی، زکام کی صورت میں یہ مفروضہ قائم نہیں کرنا چاہیے کہ مجھے فلو ہے۔ بعض اوقات ڈاکٹرز سے بھی یہ غلطی ہوجاتی ہے کہ وہ علامات کو دیکھتے ہوئے تشخیص کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کی وجہ سے اصل مرض کی تشخیص کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے انفلوئنزا اور کورونا وائرس دونوں بیماریوں کے ٹیسٹ کروانے چاہئیں تا کہ درست علاج شروع کیا جاسکے۔ بیماری کی علامات ظاہر ہونے کی صورت میں فوری طور پر دوسرے لوگوں سے الگ ہوجائیں۔ اس وائرس سے محفوظ رہنے کے لئے حکومتی ہدایات پر عمل کریں۔ خاص طور پر ایسے پروگرامز جو کسی عمارت کے اندر ہوں یا ہجوم والی جگہ پر ہوں ان سے پرہیز کرنا چاہیے۔

اخبار: ماسک پہننے کے بارہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ کس حدتک پہننا چاہئے اور کس قسم کے کپڑے کا ہونا چاہئے۔ بازار سے ملنے والے ماسک کہیں نقصان دہ تو نہیں ہیں؟ اسی طرح سینٹائزر کا استعمال کس حد تک کرنا چاہئے؟ اس کے نقصان دہ پہلو بھی بیان کئے جارہے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب: جہاں تک ماسک کے استعمال کا تعلق ہے تو اس وقت ان کی سپلائی کا مسئلہ نہیں ہے اس لئے جہاں اس وائرس سے متاثر ہونے کا زیادہ خطرہ ہو تو بہتر ہے کہ KN95 یا سرجیکل ماسک استعمال کیا جائے۔ میری تجویز ہے کہ کپڑے کے ماسکس کو کم استعمال کیاجائے۔ کیونکہ ان کے استعمال کی ضرورت اس وقت تھی جب بازار میں N95/KN95 یا سرجیکل ماسکس دستیاب نہیں تھے۔

جہاں تک ہینڈ سینیٹائزز کے استعمال کا سوال ہے تو یہ ایک مشکل سوال ہے۔ یقیناً کسی بھی چیز کا حدِ اعتدال سے زیادہ استعمال نقصان دہ ہوتا ہے۔ لیکن اگر دن میں آٹھ دس بار بھی استعمال کرلیا جائے تو کوئی نقصان نہیں لیکن بہتر ہے کہ جب گھر میں ہوں تو پانی سے ہاتھ دھوئیں۔

مکرم غالب احمد شیخ صاحب

مکرم ڈاکٹر غالب احمد شیخ صاحب ابن مکرم رفیق احمد شیخ صاحب مرحوم نوجوان ماہر نفسیات (Psychiatrist and Psychotherapist) ہیں۔ آپ نے بوخم یونیورسٹی سے طب کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد نفسیات میں تخصص کے لئے LVR-Klinik Mönchengladbach میں داخلہ لیا اور اس وقت موصوف LVR-Klinik Viersen میں آخری تعلیمی وتربیتی سال مکمل کر رہے ہیں۔ آپ نے نمائندہ اخبار احمدیہ کو کورونا وائرس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے نفسیاتی مسائل کے بارہ میں سوالات کے جواب میں بتایا:

اس وبا کے مختلف النوع نفسیاتی اثرات ہو سکتے ہیں۔ ڈیپریشن کی علامات کثرت سے ظاہر ہو رہی ہیں۔ اس کا سبب معاشرے سے کٹ جانے کا احساس ہے جو لاک ڈاؤن کی وجہ سے اور معاشرتی زندگی کے رک جانے کی وجہ سے پیدا ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ اپنی پسند کے مشاغل نہ کرسکنا اور روز وشب کی بے ترتیبی ڈیپریشن کی علامات پیدا کرنے کے محرکات ہیں۔ ان علامات میں ایک عمومی اداسی کی کیفیت، بے رغبتی اور اپنی پسند کی چیزوں میں بھی عدم دلچسپی شامل ہیں۔ ان علامات کا آغاز اکثر وبیشتر بے خوابی، انہماک میں مشکلات، قوتِ فیصلہ میں کمزوری، چڑچڑاپن اور بے وقعتی کے احساس سے ہوتا ہے۔ ڈیپریشن کے سخت ایام میں خودکشی کے خیالات اور زندگی سے بے زاری پیدا ہوجاتی ہے۔ اگر خودکشی کا خیال آنے لگے تو بہرحال کسی Psychiatrist سے رابطہ کرنا چاہیے یا کسی Psychiatric clinic میں داخل ہونا چاہیے۔ ڈیپریشن کا مرض بہت عام ہو رہا ہے۔ تقریباً ہر چوتھی خاتون اور آٹھویں مرد کو زندگی کے کسی دور میں یہ بیماری لاحق ہوتی ہے۔ اور یہ زندگی کے کسی بھی حصے میں پیدا ہوسکتی ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ مردوں میں اس بیماری کے ساتھ ساتھ منشیات (الکحل، نکوٹین اور دیگر نشہ آور اشیاء) کا استعمال بڑھتا ہے یا وہ بغیر کسی ظاہری علامت کے بدنی تکلیف کی شکایت کرتے ہیں۔ جبکہ عورتوں میں خوف کی کیفیت اور غذا میں خلل واقع ہوتا ہے (بہت زیادہ کھاتی ہیں یا بہت کم حتی کہ فاقوں تک نوبت پہنچ جاتی ہے)۔

ڈیپریشن کے اسباب بہت مختلف ہوتے ہیں جنہیں طب کی زبان میں multi factorial کہا جاتا ہے۔ حیاتیاتی (biological) اسباب جیسے جینیاتی مسائل، نیورل مسائل، دماغی خلل اور ہارمونز کے اثرات وغیرہ اور مخصوص ادویات کے علاوہ نفسیاتی اسباب بھی شامل ہیں۔ مثلاً گہرے صدمات (trauma)، ایسی بیماریاں جو سیکھنے کے عمل کو روکتی ہیں یا ذاتی الجھنیں۔

ہمیں بہرحال نفسیاتی بیماریوں کو بیماری سمجھنا چاہیے۔ بہت سے مریضوں کو یہ مشکل پیش آتی ہے کہ ان کے گھر والے ان کو سمجھ نہیں پاتے اور اس وجہ سے وہ خود بھی کسی Psychiatrist کے پاس نہیں جاتے۔ کورونا کی وبا کے باعث یہ بات عین ممکن ہے کہ ڈیپریشن کے مریضوں کی علامتیں بڑھنے لگیں یا صحت مند لوگوں میں بھی ڈیپریشن کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں۔

اس سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے شب وروز کو نظم وضبط کے ساتھ گزاریں اور اپنے آپ کو کارآمد مشاغل میں مصروف رکھیں جو ہمارے لیے خوشی کا باعث ہوتے ہیں یا کم ازکم ہوتے تھے۔ اپنے دن کا ایک ٹائم ٹیبل تیار کریں۔ اس کا آغاز مثلاً نمازوں اور کھانے کے اوقات سے کریں۔ اس کے بعد روزمرہ کے کاموں کی باری آئے گی جیسے کھانا تیار کرنا، کپڑے دھونا، گھر کی صفائی کرنا، بچوں کے اسکول کے کام میں مدد کرنا، بچوں کے ساتھ کھیلنا، دفتر کا کام کرنا اور اپنے پسند کے مشاغل کرنا۔ ان کاموں کو گھر کے افراد میں تقسیم کریں۔ اس طرح ہم حضور کی ہدایات پر بھی عمل کرنے والے ہوں گے اور ڈیپریشن سے بھی محفوظ رہیں گے۔

اس میں ایک اور بات قابلِ توجہ ہے کہ اپنے لیے چھوٹے چھوٹے ہدف مقرر کرنے چاہئیں۔ مثلاً پورے گھر کی صفائی آدھ گھنٹے میں ممکن نہیں ہے۔ لیکن ایک ایک کمرے کو ایک ایک ہدف کے طور پر مخصوص کرنا چاہیے۔ اس طرح کامیابی کا احساس نمو پائے گا جس کا آپ کی طبیعت پر خوش کن اثر ہوگا۔ بالخصوص ڈیپریشن کے دوران مریض کی توجہ منفی چیزوں پر مرکوز ہوجاتی ہے یا ایسی چیزوں پر جو اس کے مطلب کے مطابق نہیں ہوتیں۔ اس لیے یہ بات بہت اہم ہے کہ اپنی توجہ مثبت چیزوں پر ڈالی جائے اور دانستہ ایسی چیزوں کو اپنے سامنے رکھا جائے۔ ایسی چیزوں کی فہرست بنانی چاہیے جن کے لیے آپ مثبت جذبات محسوس کرتے ہیں اور جو آپ کی خواہش کے مطابق ہوں۔

کورونا کے یقیناً بہت سے نقصانات ہیں لیکن کچھ فائدے بھی ہیں۔ اگر گھر کے افراد اس سے پہلے زیادہ وقت گھر سے باہر گزارتے تھے تو اب گھر میں زیادہ

وقت گزرے گا اور گھریلو زندگی دوبارہ درست ہوسکتی ہے۔ آپ تربیت پر پہلے سے زیادہ بہتر توجہ دے پائیں گے۔ آپ زندگی کی اصل خوشیوں اور ضرورتوں پر زیادہ توجہ دے پائیں گے۔

اگر آپ کو کسی ماہر کی ضرورت ہے یا آپ کسی ایسے فرد کو جانتے ہیں تو جماعت کی Seelsorge Hotline پر رابطہ کریں یا کسی Psychiatrist یا Psychotherapist سے رابطہ کریں۔

مزید معلومات۔

https://ifightdepression.com/webinar/
Telefon Seelsorge Deutschland:
0800 111 0 111 / 0800 111 0 222
Info-Telefon Depression 0800 / 33 44 533

رانا ہارون رشید صاحب

مکرم رانا ہارون رشید صاحب ابن مکرم رانا محمد اسلم طاہر صاحب مرحوم (سابق سیکرٹری وصایا جرمنی) گزشتہ پچیس سال سے اقتصادیات کے ساتھ منسلک ہیں۔ آپ نے 1995ء میں فرانکفرٹ یونیورسٹی آف اپلائیڈ سائنسز سے اکنامکس میں ماسٹر کیا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ Fidelity میں بحیثیت ماہر اقتصادیات ملازمت کررہے ہیں۔

موصوف نے اخبار احمدیہ جرمنی کے ساتھ گفتگو میں بتایا کہ دنیا میں ہر چیز کے منفی پہلو بھی ہوتے ہیں اور مثبت بھی۔ جہاں تک کورونا کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں اس وقت تک منفی باتیں ہی سامنے آرہی ہیں۔ طبی لحاظ سے تو ہیں ہی لیکن اقتصادی اور معاشی اعتبار سے بھی بہت زیادہ منفی باتیں ہو رہی ہیں۔ بحیثیت ماہر اقتصادیات میں ان باتوں سے بلکلی اتفاق نہیں کرتا۔ جیسا کہ عرض کیا ہے کہ منفی پہلو بھی اگرچہ ہیں لیکن اس وقت مثبت پہلوؤں کو مکمل طور پر نظرانداز کیا جا رہا ہے جو درست نہیں۔ یہ درست ہے کہ اس وقت جی ڈی پی میں کمی خوفناک سطح تک پہنچ رہی ہے مگر یہ کمی وقتی ہوگی۔ کچھ عرصہ بعد اس میں بہت زیادہ بہتری آئے گی۔ ہر قوم اور ہر علاقہ میں چند سالوں کے بعد کوئی نہ کوئی آفت یا وباء آتی رہتی ہے جس کے نتیجہ میں ایک مرتبہ تو وہاں تباہی اور نقصان ہوتا ہے مگر اس کے بعد ترقی بھی غیر معمولی طور پر ہوتی ہے۔ عیسائی دینیات میں تو یہ بات نصاب کے طور پر شامل ہے کہ کسی قوم کے سات خوشگوار سالوں کے بعد سات تنگی کے سال آتے ہیں اور اس کی سند حضرت یوسفؑ کے واقعہ سے لی جاتی ہے۔ یورپ میں جنگ عظیم دوم کے بعد اس قسم کی کوئی بڑی آفت نہیں آئی جس کی وجہ سے یہ لوگ اچھے حالات کے ہی عادی ہو چکے ہیں اور کسی ایسی صورت حال کے لئے تیار ہی نہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں سب سے زیادہ تشویش اور خوف کی کیفیت ہے۔

بہرحال جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے، اس کے بعض مثبت پہلو آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

چونکہ لوگ زیادہ Home Office کر رہے ہیں، اس لیے ٹریفک میں کمی واقع ہوئی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ فضا میں carbon dioxide میں کمی ناپی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ٹرین اور بس کا استعمال بھی کم ہوا ہے۔ Google سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے جس کی بنیاد موبائل فونز کی tracking پر ہوتی ہے۔

چونکہ لوگوں کا شہروں میں ہونا اب ضروری نہیں رہا اس لیے یہ امکان بھی کھل رہا ہے کہ لوگ شہروں کے اردگرد رہا کریں گے۔ اس طرح شہروں کی آبادی میں بھی کمی آئے گی۔ شہروں سے باہر رہنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ شہروں میں بیماری لاحق ہونے کا خطرہ زیادہ ہے۔

Digitalization مستقل بڑھ رہی ہے اور اس میں نئی سے نئی ایجادات اور ترقیات ہو رہی ہیں۔ جو کام ابھی digitalize نہیں ہوئے ان کو بھی digitalize کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔

کورونا کے ذریعے ایسی جگہوں کی آبادی کا امکان بھی بڑھ گیا ہے جو ویران ہوتی جارہی تھیں۔ کیونکہ اسی digitalization کے ذریعے وہاں بھی تمام سہولیات پہنچانے کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی ہے۔ جب ان جگہوں پر digitalization عمل میں آجائے گی تو وہاں بھی لوگ آسانی سے منتقل ہوسکیں گے۔

عام آدمی ایندھن بھی کم خرچ کر رہا ہے اور بڑی کمپنیز کے سفر کے اخراجات بھی کم ہوئے ہیں۔

چونکہ ملازمت کی خاطر دفاتر کا سفر کم ہوا ہے، اس لیے گھر اور اہل خانہ کے لیے وقت بڑھ گیا ہے۔

دفتری کام کے لیے مہنگے کپڑوں کی ضرورت ختم ہوئی ہے۔

امکان ہے کہ اکثریت دوسری یا تیسری گاڑی نہیں رکھے گی۔ کیونکہ گاڑی کا سفر کم ہوگا۔

روزمرہ کی افراتفری کم ہوئی ہے۔ انسان اپنے روزمرہ کے فیصلے زیادہ تحمل سے کرسکے گا۔

حکومتیں طبی معاملات میں بچت نہیں کریں گی۔ ہسپتالوں اور طب کے دیگر شعبوں میں سرمایہ کاری ہوگی۔ حفظانِ صحت کے شعبے میں بھی ملک خودکفیل ہوں گے۔ کورونا سے یہ معلوم ہوا کہ ماسکس اور دوسری hygiene کی اشیاء چین اور ہندوستان سے آتی تھیں۔ لہٰذا ان اشیاء کی صنعت کاری اب ہر ملک میں ہوگی۔

چونکہ لوگوں کے اخراجات کم ہوئے ہیں اس لیے بینکوں میں رکھا سرمایہ بھی بڑھ رہا ہے۔

عوام اپنے ہی ملکوں میں سیروتفریح کے لیے زیادہ نکلیں گے۔ کیونکہ بہت سے ممالک میں سفر خطرے سے خالی نہیں۔

سود آئندہ وقت میں بھی کم رہے گا۔ اس وجہ سے لوگ منافع کی خاطر investments بڑھائیں گے۔ اس طرح اسلامی بینکنگ کے نظام کے امکانات بھی حقیقی ہوتے جائیں گے۔

مکرم عطاء الحلیم احمد صاحب

مکرم عطاء الحلیم احمد صاحب مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی میں مرکزی سطح پر ایک لمبا عرصہ خدمت کرنے کے بعد اس وقت نیشنل سیکرٹری صنعت وتجارت جرمنی کے طور پر خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ عطاء الحلیم صاحب کی پیدائش پاکستان کی ہے۔ موصوف نے اپنے والدین کے ساتھ اپنی تعلیم کے عین آغاز کے وقت جرمنی ہجرت کی۔ اسکول کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ نے Hannover یونیورسٹی سے M.B.A کیا۔ اس کے بعد مختلف کمپنیز میں procurement کے شعبے سے وابستہ رہنے کے بعد اب ایک finnish کمپنی میں Vice President کے عُہدے پر فائز ہیں۔

موصوف نے کورونا کی وجہ سے پیدا ہونے والی

معاشی صورت حال کے بارہ میں اخبار احمدیہ جرمنی کو بتایا:

عطاء الحلیم صاحب۔ یہ عالمی وبا انسانی معمولات اور معیشت پر غیر معمولی طور پر اثر انداز ہوئی ہے، لاک ڈاؤن کی وجہ سے ملنا جلنا بہت کم ہو گیا ہے۔ اجتماعی پروگرام ختم ہو گئے ہیں۔ جب یہ لاک ڈاؤن شروع ہوا تھا تو کوئی توقّع نہیں کر سکتا تھا کہ یہ ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔

اخبار: تو جب یہ لاک ڈاؤن ہوا تو آپ کی کمپنی میں کیا منصوبہ بندی ہوئی؟

عطاء الحلیم صاحب: دیگر کمپنیوں کی طرح ہم نے بھی یہی فیصلہ کیا کہ جو گھر سے کام کر سکتے ہیں، وہ اپنا کام گھر سے جاری رکھیں۔ انٹرنیٹ کے ذریعے دنیا بھر میں پھیلے ہوئے تمام دفاتر سے رابطہ رہتا ہے۔ شروع میں بہت سے لوگوں کے لیے مشکلات بھی تھیں۔ اس طرح سے دفتری کام کرنے والے تو گھر سے کام کر رہے ہیں لیکن کارخانے وغیرہ بہت متاثر ہوئے ہیں۔ جرمنی اپنی موٹرویز کے لیے دنیا بھر میں مشہور ہے۔ جرمنی کی تاریخ میں دوسری جنگِ عظیم کے بعد، گزشتہ مارچ کے آخر میں پہلی بار ایسا ہوا کہ موٹروے پر نہ ہونے کے برابر گاڑیاں چل رہی تھیں۔ اسی سے آپ وبا کے اثرات کا اندازہ لگالیں۔

اخبار: لوگوں کی معاشرتی زندگی تو متاثر ہوئی ہے۔ لیکن دنیا بھر کی معیشت کے لیے اس کے اثرات بھی بہت گہرے ہیں۔

عطاء الحلیم صاحب: عمومی طور پر دیکھیں تو مارچ سے پہلے تک یہ وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ہر طرح کی صنعت رُک سکتی ہے یا رُک جائے گی۔ اور ابھی تو بات یہ ہے کہ نقصانات اتنے زیادہ نظر نہیں آ رہے۔ ابھی حکومتوں نے سنبھالا ہوا ہے۔ GDP جس سے ملک کی مکمل پیداوار ماپی جاتی اور معاشی ترقی کا سب سے اہم اعشاریہ ہوتی ہے، ڈبل فگر میں نیچے جا رہا ہے۔ یہ عموماً ہر سال کم از کم 0.5٪ یا 0.2٪ بڑھتی ہے۔ لیکن اس سال، اندازہ ہے کہ ڈبل فگر میں نیچے آئے گا۔ اتنا بڑا معاشی بحران دوسری جنگِ عظیم کے بعد کبھی نہیں آیا۔ اس وقت جرمنی کا 7.9٪ GDP کم ہوا ہے۔ پچھلے سالوں میں صرف 2008ء کا ایک سال تھا جس میں 5.9٪ یہ نیچے آیا تھا۔

اخبار: جرمن حکومت نے کیا اقدامات کیے ہیں اس سلسلے میں؟

عطاء الحلیم صاحب: حکومت کی طرف سے بہت سے اقدامات ہوئے ہیں۔ اس میں عام لوگوں کے لیے بھی سہولتیں اور امداد شامل تھیں جیسے Kurzarbeitergeld تا کہ کمپنیاں کام نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کو کام سے نہ نکالیں۔ حکومت نے اس امداد کا آغاز کیا تھا کہ کام کرنے والے کو آمدنی کا 60٪ اور اگر گھر میں ایک بچہ ہے تو 67٪ گھر بیٹھے ملے گا۔ یہ امداد اگلے سال تک جاری رہے گی۔ اگر کام نہیں ہے تو حکومت امداد دے گی۔

اس کے علاوہ 15000 یورو چھوٹی کمپنیوں کو ریلیف ملا ہے۔ اس سے چھوٹی کمپنیوں کو 9000 یورو دیے گئے ہیں۔ کل 600 بلین یوروز کا فنڈ قائم کیا گیا ہے، جس میں بہت کم شرح سُود پر قرض کا بھی خاص نظام شامل ہے۔ سیلز ٹیکس (Mehrwertsteuer) کو کم کر دیا ہے۔ پھر ایک قانون عام آدمی کے لیے نافذ کیا گیا ہے کہ فوری طور پر کوئی مالک مکان اس عرصے میں کسی کرایہ دار کو گھر سے نہیں نکال سکتا۔ علاوہ ازیں فی بچہ 300 یورو گھرانوں کو دیے گئے ہیں۔ یہ سب اسی امدادی کارروائی کے تحت ہو رہا ہے۔

اخبار: جرمنی کے مستقبل کو آپ معاشی اعتبار سے کس طرح دیکھتے ہیں؟

کسی کے پاس جامِ جم ہو تو پتہ چل سکتا ہے۔ لیکن لگ تو یہی رہا ہے کہ حالات ابھی اور زیادہ خراب ہونے ہیں کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ جب بھی recession زیادہ ہوتا ہے تو نقصانات ہوتے ہیں۔ یعنی جب GDP گرتا ہے تو معیشت کمزور ہوتی ہے۔ ایسے میں ہمیں چاہئے کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اس سے مدد مانگیں۔

اخبار: عام آدمی جس کا چھوٹا کاروبار ہے یا ٹیکسی کا کاروبار ہے یا ایک عام نوکری کرتا ہے، اس کے لیے آنے والا وقت کیسا ہوگا؟

چھوٹے کاروبار والوں پر اثرات تو ہوں گے۔ اگر 2021ء میں معیشت دوبارہ مضبوط ہو جاتی ہے تو زیادہ نقصان سے بچا جا سکتا ہے۔ اگرچہ نقل و حمل کا کاروبار کمزور ہو جائے گا لیکن اس کے ساتھ ساتھ کچھ صنعتیں بہتر بھی ہوں گی۔ چین میں لاک ڈاؤن ہوا ہے سے دنیا کو بہت بڑا دھچکا لگا کیونکہ ساری طبّی صنعت چین میں تھی اور انہوں نے مکمل لاک ڈاؤن کر دیا۔ اب طب کا سارا سامان دنیا بھر کے ملکوں کی ضرورت تھی۔ تو اس سے ملکوں نے یہ سمجھا کہ بنیادی چیزوں کی صنعت کسی حد تک اپنے ملک میں بھی ضرور ہونی چاہیے۔ اور بنیادی ضرورتوں کے لیے ملک کو خود کفیل ہونا چاہیے۔ تو اس ضمن میں کچھ مواقع بھی میسر آئیں گے۔

اخبار: اب آخر میں آپ سے میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ کی نظر میں زندگی کب دوبارہ معمول پر آئے گی؟ یا اب معمول بدل جائے گا؟

آپ نے سوال میں خود ہی جواب دے دیا ہے کہ اب زندگی کا معمول بدل جائے گا۔ کھربوں کی صنعت کم ہوئی ہے۔ سینکڑوں جہاز بند کر دیے ہیں۔ یہ اسی لیے ہوا کہ اب انسان بدل گیا ہے اور بدل جائے گا۔ اور اس کی زندگی اور طرح کی ہو جائے گی۔ شادی بیاہ کی تقریبات بھی پہلے کی طرح بڑے پیمانہ پر نہیں ہو رہیں۔ ممکن ہے کہ معیشت کے نظام میں بھی کوئی تبدیلیاں آئیں۔

لوگوں کو چاہیے کہ اپنے پیسے کو ضرور محفوظ کریں۔ سب سے پہلے تو خدا کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔ انفاق فی سبیل اللہ کے بعد اپنے پیسے کو کسی جگہ سرمایہ کاری کریں۔ سب سے بہتر تو زمین ہوتی ہے۔ کیونکہ پیسہ تو ایک مصنوعی قیمت رکھتا ہے۔ اب سونے وغیرہ سے تو کرنسی کی قیمت نہیں دیکھی جاتی۔ تو اپنے پیسے کو سرمایہ کاری کر کے محفوظ کرنا چاہیے۔ کسی کمپنی میں سرمایہ کاری کریں، جس کے آپ share holder بن جائیں۔ اور ایسی جگہ انویسٹ کرنا چاہیے جس کی مستقبل میں ضرورت ہوگی تا کہ اگر خدا نخواستہ کرنسی کی قیمت گرتی ہے تو آپ کی دولت محفوظ رہے۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ

قسط دوم

عائلی زندگی کے اسلامی تصوّر کا
مغربی طرزِ زندگی سے موازنہ

(مکرم ڈاکٹر عبدالرحمٰن بھٹہ صاحب Recklinghausen)

اسلام عائلی زندگی کے اغراض ومقاصد بیان ہی نہیں کرتا بلکہ اُن کے حصول کے لئے ہماری رہنمائی بھی فرماتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث اس ضمن میں خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

"لوگ بیوی کا انتخاب کرتے وقت چار امور کا خیال کرتے ہیں۔بعض لوگ مال ودولت کو دیکھتے ہیں اور بعض حسب ونسب کو۔ اور بعض حُسن کو دیکھتے ہیں تو بعض دین کو۔تم دین کے پہلو کو مدّنظر رکھو اور اس طرح تم دین ودنیا کی خرابی سے بچے رہو گے"۔

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے ایک کامیاب اور خوشحال عائلی زندگی کا راز بیان فرما دیا ہے۔ مال ودولت اور حسن وجمال تو ویسے ہی عارضی چیزیں ہیں۔اورحسب نسب نہ صرف کوئی خوشی نہیں دے سکتا بلکہ بعض دفعہ فخروغرور پیدا کر کے فساد کھڑا کر دیتا ہے۔ایک دین داری اور حُسن اخلاق کا پہلو ہے جو حقیقی اور دائمی خوشی اور سکون عطا کرسکتا ہے۔ پس حضورؐ نے فرمایا کہ تم ہمیشہ دین یعنی مذہب، عقیدہ اور حُسن سیرت کو مدّنظر رکھو۔

"دین" کے لغوی معنے قوم، ملت اور حکومت کے بھی ہوتے ہیں۔ پس اس سے یہ بھی مراد ہے کہ اگر قومی اور ملّی مفاد اس بات کا تقاضا کرے تو موقع اور محل کے لحاظ سے ان امور کے پیش نظر بھی شادی کی جاسکتی ہے۔ واضح رہے کہ اس حدیث سے یہ ہرگز مراد نہیں کہ "دین" کے علاوہ دوسرے کسی پہلو کو دیکھنا منع ہے۔ خود آنحضرت ﷺ نے کئی اور مواقع پر دوسرے پہلو مدّنظر رکھنے کی تلقین فرمائی ہے۔ اس حدیث کا اصل مفہوم یہ ہے کہ دین کے پہلو کو دوسرے امور پر فوقیت دینی چاہیے۔

چونکہ عائلی زندگی انسانی زندگی کا سب سے اہم حصہ ہے اور یہ معاشرہ کی ترقی اور اصلاح کے لئے بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ لہٰذا اسلام اس زندگی سے متعلق تفصیل سے اہم ہدایات دیتا ہے۔ بنیادی طور پر خاوند کا میدانِ عمل گھر سے باہر قرار پاتا ہے اور بیوی کا دائرہ عمل گھر کے اندر ہے۔ بیوی بچوں کے لئے سامان خورونوش، لباس اور رہائش کا مہیا کرنا خاوند کی ذمہ داری ہے۔ اسی طرح اُن کی حفاظت، تعلیم اور علاج معالجہ کے انتظامات بھی اس کے ذمہ ہیں۔ بیوی کی ذمہ داری گھر کی دیکھ بھال، بچوں کی نگہداشت اور تربیت اور مہمان نوازی اور دیگر گھریلو امور کی بجاآوری ہے۔ تاہم ان کے درمیان کوئی ایسی اُونچی حدّ فاصل نہیں۔ اور ان سب ذمہ داریوں کی بجاآوری میں وہ ایک دوسرے کے مشیر اور مددگار ہوسکتے ہیں۔

چونکہ مالی، معاشی اور دفاعی انتظامات مرد کے سپرد ہیں اور دیگر اہم اور دقت طلب خارجی مسائل کا حل

بھی اس کی ذمہ داری ہے۔ اور قدرت نے مرد کو قویٰ بھی مناسب حال عطا کئے ہیں۔ لہٰذا خاوند گھر کا سربراہ اور نگران اعلیٰ سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اس فوقیت کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ بیوی کے انسانی حقوق کسی طرح بھی خاوند سے کم ہیں۔ یہ تقسیم کار اور تقرر محض انتظامی ضرورت کے لحاظ سے ہے اور اس ضرورت کو پورا کئے بغیر کوئی بھی شعبہ زندگی پنپ نہیں سکتا۔

اس بارہ میں مغربی دنیا میں کچھ غلط فہمی پائی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اسلام میں عورتوں کو پورے حقوق نہیں دیئے جاتے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اس بارے میں کچھ وضاحت کر دی جائے۔ حضرت مصلح موعودؓ اس موضوع پر فرماتے ہیں کہ:

”وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ“ (البقرہ:229) میں عام قانون بتایا ہے کہ مردوں اور عورتوں کے حقوق بحیثیت انسان ہونے کے برابر ہیں......... صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے جس نے عورتوں کی انسانیت کو نمایاں کر کے دکھایا ہے اور رسول کریم ﷺ ہی وہ پہلے انسان ہیں جنہوں نے عورتوں کو بلحاظ انسانیت برابر کے حقوق قائم کئے......... جہاں تک انسانی حقوق کا سوال ہے عورتوں کو بھی ویسا ہی حق حاصل ہے جیسے مردوں کو....... ہاں (اسلام نے) اس بات کا بھی اعلان فرمایا ہے کہ لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ یعنی حقوق کے لحاظ سے تو مرد و عورت میں کوئی فرق نہیں لیکن انتظامی لحاظ سے مردوں کو عورتوں پر ایک حق فوقیت حاصل ہے..... اسی طرح تمدّنی اور مذہبی معاملات میں مرد و عورت دونوں کے حقوق برابر ہیں لیکن مردوں کو اللہ تعالیٰ نے قوّام ہونے کی وجہ سے فضیلت عطا فرمائی ہے“۔

پھر حضور رضی اللہ عنہ اس فضیلت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”جہاں تک احکامِ شرعی اور نظام کے قیام کا سوال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر فضیلت دے دی ہے۔ مثلاً شریعت کا یہ حکم ہے کہ کوئی لڑکی اپنے ماں باپ کی اجازت کے بغیر شادی نہیں کرسکتی۔ یہ حکم ایسا ہے جو اپنے اندر بہت بڑے فوائد رکھتا ہے۔ یورپ میں ہزاروں مثالیں ایسی پائی جاتی ہیں کہ بعض لوگ دھوکے باز اور فریبی تھے۔ مگر اس وجہ سے کہ وہ خوش وضع نوجوان تھے انہوں نے بڑے بڑے گھرانوں کی لڑکیوں سے شادیاں کرلیں اور بعد میں کئی قسم کی خرابیاں پیدا ہوئیں۔ لیکن ہمارے ملک میں ایسا نہیں ہوتا کیونکہ رشتہ کی تجویز کے وقت باپ غور کرتا ہے، والدہ غور کرتی ہے، بھائی سوچتے ہیں، رشتہ دار تحقیق کرتے ہیں اور اس طرح جو بات طے ہوتی ہے وہ بالعموم ان نقائص سے پاک ہوتی ہے جو یورپ میں پائے جاتے ہیں۔ یورپ میں تو یہ نقص اس قدر زیادہ ہے کہ جرمنی کے سابق شہنشاہ کی بہن نے اسی ناواقفی کی وجہ سے ایک باورچی سے شادی کرلی۔ اس کی وضع قطع اچھی تھی اور اُس نے مشہور کر دیا تھا کہ وہ روس کا شہزادہ ہے۔ جب شادی ہوگئی تو بعد میں پتہ چلا کہ وہ تو کہیں باورچی کا کام کیا کرتا تھا۔ یہ واقعات یورپ میں کثرت سے ہوتے رہتے ہیں۔ ان واقعات سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے مردوں کے قوّام ہونے کے متعلق جو فیصلہ کیا ہے وہ بالکل درست ہے۔ شریعت کا اس سے یہ منشاء نہیں کہ عورتوں پر ظلم ہو یا ان کی کوئی حق تلفی ہو۔ بلکہ شریعت کا اس امتیاز سے یہ منشاء ہے کہ جن باتوں میں عورتوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے اُن میں عورتوں کو محفوظ رکھا جائے۔ اسی وجہ سے جن باتوں میں عورتوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا اُن میں اُن کا حق اللہ تعالیٰ نے خود ہی انہیں دے دیا ہے“۔

پھر حضورؓ اس فوقیت کی حکمت بیان کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

”ضبط اور نظم کے معاملات میں جو اختیار (خدا) نے مردوں کو دیا ہے یہ سراسر حکمت پر مبنی ہے۔ ورنہ گھروں کا امن برباد ہوجاتا۔ چونکہ میاں بیوی نے مل کر رہنا ہوتا ہے اور نظام اس وقت تک قائم نہیں رہ سکتا جب تک کہ ایک فوقیت نہ دی جائے۔ اس لئے یہ فوقیت مرد کو دی گئی ہے اور اس کی ایک اور وجہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ یہ بیان فرمائی ہے کہ چونکہ مرد اپنا روپیہ عورتوں پر خرچ کرتے ہیں۔ اس لئے انتظامی امور میں اُنہیں عورتوں پر فوقیت حاصل ہے“۔

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 514-512 ایڈیشن 1986ء)

اسلام عائلی زندگی میں حُسن سلوک، خوش اخلاقی اور رواداری کو بنیادی اہمیت دیتا ہے اور اسلام میں ان اوصاف کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ کسی بھی عائلی زندگی کو ہم اس وقت تک اسلامی نہیں کہہ سکتے جب تک کہ میاں بیوی ایک دوسرے سے ہی نہیں بلکہ ایک دوسرے کے والدین اور عزیز و اقارب سے بھی رواداری اور خوش اخلاقی سے پیش نہیں آتے۔ یہی نہیں، اسلام تو ایک دوسرے کے دوست احباب اور تعلق داروں سے بھی حُسن سلوک اور دلداری کی تعلیم دیتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد بھی ان کی سہیلیوں سے دلداری کا سلوک جاری رکھنا حضور ﷺ کی عائلی زندگی کا ایک حسین پہلو ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ انسانی زندگی میں عموماً اور عائلی زندگی میں خصوصاً حُسن اخلاق کی تاکید اس تکرار اور اصرار کے ساتھ آئی ہے کہ بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلام اور حُسن اخلاق ایک ہی چیز کے دو نام ہیں“۔

عائلی زندگی سے متعلق آنحضرت ﷺ نے متعدد مواقع پر ہدایات عطا فرمائی ہیں۔ خاوندوں کو تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ تم میں سب سے زیادہ نیک وہی ہے جو اپنی بیوی سے حسن سلوک میں بہتر ہے۔ بیویوں کو نصیحت فرمائی کہ کوئی عورت خدا کا حق ادا کرنے والی نہیں کہلا سکتی جب تک کہ وہ خاوند کا حق ادا نہ کرے۔ مزید فرمایا کہ اگر خدا کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں بیویوں سے کہتا کہ وہ خاوند کو سجدہ کریں۔ والدین کے لئے حدیث میں یہ ہدایت ہے کہ اولاد سے اِکرام سے پیش آیا کریں اور اُن کو بہترین آداب سکھائیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو باپ دو بیٹیوں کی اچھی تربیت کرتا ہے وہ میرے ساتھ ایسے ہوگا جیسے ہاتھ کی دو انگلیاں۔ ایک دوسری روایت کے مطابق اُس کو یہ بیٹیاں آگ سے بچا لیں گی۔ اولاد کو بتایا کہ باپ کی رضا میں خدا کی رضا ہے اور ماں کے قدموں میں ان کے لئے جنت ہے۔ یہ چھوٹی چھوٹی حدیثیں کوزہ میں علم وحکمت کا

دریا بند کئے ہوئے ہیں اور صرف عائلی زندگی کے لئے ہی نہیں، ساری انسانی زندگی کے لئے مشعل راہ ہیں۔

ضمنی طور پر ان احادیث سے اسلام میں عورت کا مقام بھی ظاہر ہوتا ہے۔ ان میں بتایا گیا ہے کہ بطور بیٹی عورت سے حُسن سلوک نجات کا ضامن ہے۔ بطور بیوی عورت سے حُسن سلوک مردوں کی نیکی کا پیمانہ ہے اور بطور ماں عورت سے حُسن سلوک جنّت کا دروازہ ہے۔ اس سے بڑھ کر اگر کوئی مقام کسی انسان کا متصوّر ہوسکتا ہے تو کوئی بتائے؟ بائبل کی رُو سے عورت کا جو مقام ہے اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

موازنہ کے طور پر عرض ہے کہ آج کل کے مغربی معاشرہ میں بیوی سے حُسن سلوک یا خاوند کی خدمت اور فرمانبرداری کا کوئی واضح تصوّر موجود نہیں اور نہ ہی وہ ایک دوسرے سے اس بارہ میں کوئی خاص توقعات وابستہ کرتے ہیں۔ ان کے ہاں عائلی زندگی کی غرض وغایت کچھ مختلف ہے۔ جس خوش اخلاقی کا مظاہرہ یہ عام روزمرّہ کی زندگی میں کرتے ہیں، موقع، محل اور افتادِ طبع کے مطابق۔ اس کا مظاہرہ عائلی زندگی میں بھی ہوتا ہے اور اس کا دائرہ صرف ان کی ذات تک ہی محدود رہتا ہے۔ والدین یا دوسرے رشتہ داروں سے ان کا تعلق واجبی سا ہوتا ہے۔ شادی کے وقت میاں بیوی ایک روایتی عہد کرتے ہیں کہ موت تک وہ ساتھ رہیں گے۔ لیکن اس عہد کو کیسے نبھانا ہے اور طرفین کی ذمہ داریاں کیا ہیں۔ اس بارہ میں معاشرہ میں کوئی لائحہ عمل یا ہدایات نہیں دیتا۔

اسلام اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ زندگی میں بعض اوقات ایسے مسائل اور مشکلات پیش آسکتی ہیں جن کا حل صرف دوسری یا تیسری شادی ہو۔ لہٰذا اسلام بعض استثنائی حالات میں کچھ شرائط کے ساتھ ایک سے زائد بیویوں کی اجازت دیتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی کی بیوی دائم المریض اور صاحب فراش ہو اور رفاقت حیات کی غرض پوری نہ کرسکتی ہو۔ یا اگر کسی کی بیوی سے اولاد نہ ہو تو ایسا شخص اگر چاہے تو دوسری شادی کرسکتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جو اغراض ومقاصد پہلی شادی کی بنیاد بنتے ہیں وہ اگر پہلی بیوی سے پورے نہ ہوں تو وہ ہی اغراض دوسری شادی کی وجہ بن سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ بعض اوقات ملّی وملکی اور معاشرتی مفاد بھی ایک سے زائد شادیوں کا تقاضا کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ماضی قریب میں شاہ ایران کی عائلی زندگی میں ایک بحران پیدا ہوا تھا۔ لیکن ہزار علاج ومعالجہ کے باوجود ملکہ کو بیٹا نہ دے سکی اور بالآخر دوسری شادی کے سوا اس کے پاس کوئی چارہ نہ رہا۔ ادھر مغربی تہذیب کے زیر اثر بنایا ہوا ملکی دستور دو بیویوں کی اجازت نہ دیتا تھا۔ چنانچہ بہت مجبوری کے عالم میں اُسے اپنی چہیتی ملکہ سے الگ ہونے کا فیصلہ کرنا پڑا۔ پہلے ملکہ کو ملک سے باہر بھجوایا گیا اور پھر طلاق دے دی گئی۔ تب کہیں جا کر وہ دوسری شادی کرسکا۔ اسلامی نقطۂ نظر سے اس افسوسناک اقدام کی قطعاً ضرورت نہ تھی۔ مسئلہ کا سیدھا اور صاف حل یہ تھا کہ اُسے دوسری شادی کی اجازت دی جاتی اور پہلی ملکہ کو اسی عزت اور اکرام سے ساتھ ویسے ہی محلات میں رہنے دیا جاتا آخر ملکہ کا تو اس میں کوئی قصور نہ تھا۔

دونوں عالمی جنگوں کی تاریخ بھی زیادہ دور نہیں۔ یہ جنگیں زیادہ تر یورپ کی سرزمین پر لڑی گئی تھیں اور ان میں لاکھوں مرد مارے گئے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یورپی معاشرہ ہزارہا بیواؤں اور غیر شادی شدہ لڑکیوں سے بھر گیا۔ چونکہ معاشرہ ایک سے زائد شادی کی اجازت نہ دیتا تھا۔ لہٰذا ان ہزارہا عورتوں کے لئے معاشرے کے پاس کوئی حل نہ تھا۔ وہ ادھر ادھر آزاد اور آوارہ گھومنے لگیں، اخلاقی اقدار پر ڈاکے پڑنے لگے۔ بازاروں اور گلیوں میں جنسی اڈے کھلنے لگے۔ آہستہ آہستہ اخلاقیات کے سب بندھن ٹوٹ گئے اور سارا معاشرہ جنسی بے راہ روی کے طوفان میں ڈوب گیا۔ اور اب تو یہ طوفان پھیلتا ہوا باقی دنیا کو بھی اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے کہ ترقی پذیر ممالک ترقی یافتہ یورپ کی اندھا دھند تقلید میں ہی نجات سمجھتے ہیں۔

اُن حالات میں اگر یورپی معاشرہ اسلامی طرزِ عمل اختیار کرتا اور عورتوں کے اُس جمِ غفیر کو آزاد اور آوارہ چھوڑنے کی بجائے گھر میں دوسری یا تیسری بیوی کے طور پر بساتا تو وہ ایک باعزت اور باعصمت زندگی گزارتیں اور معاشرہ کی اخلاقی گراوٹ بھی اس انتہا کو نہ پہنچتی کہ آج فحاشی کو معاشرہ برداشت ہی نہیں طرزِ زندگی کے طور پر اختیار کر رہا ہے اور جنسی بے راہ روی اس طرح چھا رہی ہے کہ ماں، بہن، بہو، بیٹی کی تمیز اٹھتی جا رہی ہے اور بچے تک محفوظ نہیں۔

تعدّد ازواج کے بارہ میں یہ کہنا ضروری ہے کہ دنیا کے سب مذاہب اس کی اجازت دیتے ہیں۔ ہندوؤں اور عیسائیوں کے بہت سے بزرگ اور نبی ایک سے زائد بیویاں رکھتے تھے۔ کسی اور مذہب نے بیویوں کی تعداد پر کوئی پابندی نہیں لگائی۔ اسلام وہ پہلا اور آخری مذہب ہے جس نے ایک حد مقرر کی ہے اور زیادہ سے زیادہ چار تک کی اجازت دی ہے۔

اور پھر یہ بھی واضح رہے کہ اسلام میں تعدد ازواج عام قاعدہ نہیں۔ بلکہ بعض مخصوص حالات میں ایک اجازت ہے۔ اور یہ اجازت ایسی شرائط کے ساتھ مشروط ہے کہ ان کا پورا کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ مسلم معاشرہ میں ننانوے فیصد لوگ اس اجازت سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور ایک ہی بیوی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اسلامی معاشرہ کا یہ عملی نمونہ ہی اس خیال کو غلط ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ تعدد ازواج سے اسلام نے عیش وعشرت کی راہ کھولی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مغربی معاشرہ نے ایک بیوی پر غیر ضروری اور غیر معقول اصرار کر کے عوام کو عیاشی اور فحاشی کی راہ دکھائی ہے۔ کہنے کو تو ایک بیوی ہے لیکن عائلی زندگی میں بے وفائی اور منافقت فیشن بن کر رہ گیا ہے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ اس موضوع پر فرماتے ہیں:

’’.......تعدد ازدواج کا انتظام اسلام میں قاعدہ کے طور پر نہیں ہے بلکہ ایک استثناء ہے.... جو خاص خاص قسم کے حالات کو مدّنظر رکھ کر جاری کیا گیا ہے۔ پس اس پر رائے لگاتے ہوئے اس بات پر غور کرنا چاہیے

کہ کیا دنیا میں انسان کو ایسے حالات پیش نہیں آسکتے کہ جن کے تحت تعدّد ازدواج ایک ضروری علاج قرار پاتا ہے اور انسان کی ذات یا اس کے خاندان یا اس کے ملک یا اس کی قوم کا مفاد اس بات کے ساتھ وابستہ ہوجاتا ہے کہ وہ دوسری شادی کرلے۔ مجھے شہنشاہ نپولین کی زندگی کا وہ واقعہ نہیں بھولتا کہ جب اُس نے اپنے ملکی مفاد کے ماتحت حصول اولاد کی غرض سے دوسری بیوی کی ضرورت محسوس کی۔ مگر یہ ضرورت کس طرح پوری کی گئی اس کے تصور سے میرے بدن پر ایک لرزہ آجاتا ہے۔ شہنشاہ کی ملکہ جوزفین کی طلاق کا واقعہ تاریخ کے تاریک ترین واقعات میں سے ہے۔ اور اس کی تہ میں یہی جھوٹا جذباتی خیال ہے کہ انسان کو کسی صورت میں بھی ایک سے زیادہ بیوی نہیں کرنی چاہیے۔ افسوس!!! اس جھوٹے جذباتی خیال نے کئی کمزور لوگوں کے تقویٰ پر ڈاکہ ڈالا۔ کئی خاندانوں کو بے نسل کرکے دنیا سے مٹا دیا۔ کئی گھروں کی خوشیوں کو تباہ کیا۔ کئی گھرانوں اور کئی قوموں اور کئی ملکوں کے اتحاد کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ کئی یتیموں کو آوارہ۔ کئی بیوگان کو کسمپرسی کی حالت میں چھوڑا۔ کئی قوموں کی نسل کو تنزّل کے رستے پر ڈال کر ان کی تباہی کا بیج بویا۔۔ اور یہ سب کچھ صرف اس لئے ہوا کہ عورت ہر صورت میں اپنے خاوند کی توجہ کی اکیلی مالک بنی رہے۔ مگر یہ ایک عجیب قربانی ہے کہ بڑی چیز کو چھوٹی چیز پر قربان جاتا ہے۔ حالانکہ حق تو یہ تھا کہ اخلاقی فوائد پر مادی فوائد قربان کئے جاتے۔ دینی منافع پر دنیاوی منافع قربان کئے جاتے۔ خاندانی مصالح پر ذاتی مصالح قربان کئے جاتے۔ قومی مفاد پر انفرادی مفاد قربان کئے جاتے۔ اور درحقیقت تعدد ازدواج کا تو انتظام ہی ایک مجسم قربانی کا انتظام ہے۔ اور اس میں خاوند اور بیوی دونوں کی ذاتی اور جسمانی قربانی کے ذریعہ اخلاق اور دینی اور خاندانی اور قومی اور ملکی مصالح کے لئے راستہ کھولا گیا ہے''۔

(سیرت خاتم النبیین حصہ دوم صفحہ 439 ایڈیشن 2001ء قادیان)

باہمی رنجشیں اور لڑائی جھگڑا زندگی کے کسی بھی شعبہ میں ہو، بُری بات ہے۔ لیکن عائلی زندگی میں تو یہ بہت خطرناک نتائج کا حامل ہے۔ لہٰذا اسلام اس سے پورے طور پر بچنے کی واضح ہدایات دیتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ کسی مومن کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی بیوی کے خلاف کدورت رکھے۔ اگر اُس کی ایک بات اس کو ناپسند ہے تو دوسری بات بیوی میں ایسی بھی ہوگی جو اُس کو پسند ہو۔

اس حدیث میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا میں کوئی انسان مکمل نہیں۔ ہر ایک میں خوبیاں بھی ہوتی ہیں اور خامیاں بھی۔ لہٰذا ایک خوشحال اور کامیاب زندگی کے لئے ہمیں ایک دوسرے کی خوبیوں پر نظر رکھنی چاہیے اور خامیوں کو نظرانداز اور برداشت کرنا چاہیے۔ اور اگر کوئی بات نازیبا اور قابل اصلاح ہو تو آنحضرت ﷺ نے اس کی اصلاح احسن طریق سے کرنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک دوسری حدیث میں یہ ہدایت ہے کہ اگر بیویوں سے کوئی نازیبا حرکت ہوجائے تو ان کو اپنے بستروں سے الگ کرکے ہلکی سے تنبیہ کریں اور اگر اصلاح کرلیں تو مزید کارروائی نہ کریں۔ (ریاض الصالحین۔ عورتوں سے حسن سلوک) اگر میاں بیوی کے باہمی اختلافات واضح شکل اختیار کرلیں اور ناراضگی کی صورت پیدا ہوجائے تو قرآن کریم اُنہیں یہ ہدایت دیتا ہے کہ انہیں جوش وجذبات سے ہٹ کر قربانی کے جذبہ کے تحت آپس میں صلح کرلینی چاہیے اور یہ بغیر کسی بیرونی مدد کے آپس میں صلح کرلینا ہی سب سے بہتر طریق ہے۔ (النساء:129)

اور اگر وہ از خود ان کو دور نہ کرسکیں اور تفرقہ کا خطرہ پیدا ہوجائے تو قرآن کریم خاندان کے دوسرے افراد کو مداخلت کی ہدایت کرتا ہے اور تجویز کرتا ہے کہ میاں اور بیوی دونوں کے رشتہ داروں میں سے ایک ایک ثالث مقرر کیا جائے جو صورتِ حال کا جائزہ لے کر اُن میں صلح کرائیں۔ (النساء:36)

اسلام کا منشاء یہ ہے کہ اس انتہائی اقدام سے بچا جائے اور کسی طرح میاں بیوی میں صلح ہوجائے۔ لہٰذا اسلام جلد بازی اور جذباتی فیصلوں کی حوصلہ شکنی کرتا ہے اور علیحدگی کے عمل کو آہستہ اور بتدریج کرکے مہیا کرتا ہے تاکہ فریقین کو اپنی عائلی زندگی کے اس افسوسناک انجام پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کا موقع مل جائے اور اس طرح وہ اپنا فیصلہ بدل سکیں۔ طلاق جو میاں بیوی کے تنازعہ کو نمٹانے کا آخری قدم ہے، کے بارہ میں یہ کہنا ضروری ہے کہ اسلام میں اس کو بہت ناپسند کیا گیا ہے اور انتہائی کشیدہ حالات یعنی جب علیحدگی کے سوا کوئی چارہ نہ رہے، میں ہی اس کی اجازت دیتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے طلاق کو حلال باتوں میں سے سب سے زیادہ مکروہ اور ناپسندیدہ چیز قرار دیا ہے۔ ایسے میں مومن جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہے، وہ اُس چیز کے کس طرح قریب جاسکتا ہے جس کے متعلق وہ سمجھتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ طلاق کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں:

میاں بیوی کے تعلقات سے جو سکون اور آرام انسان کو ملتا ہے وہ اُسے اور کسی ذریعہ سے حاصل نہیں ہوسکتا...... لیکن یہی دو وجود جو ایک دوسرے کے لئے تسکین، راحت اور آرام کا موجب ہیں۔ کبھی کبھی انہیں لڑائی جھگڑے کا موجب بنا لیا جاتا ہے...... ہزاروں خاوند ایسے ہیں جو اپنی بیویوں کے لئے بدترین عذاب ہوتے ہیں اور ہزاروں بیویاں ایسی ہیں جو اپنے خاوندوں کے لئے بدترین عذاب ہوتی ہیں۔ ایسے مواقع کے لئے اسلام کا حکم ہے کہ مرد عورت کو طلاق دے دے یا عورت مرد سے خلع کرائے۔ لیکن طلاق اور خلع سے پہلے اسلام نے کچھ احکام بیان کئے ہیں جن کو مدِّنظر رکھنا مرد، عورت اور قاضیوں کا فرض ہے تاکہ طلاق یا خلع عام نہ ہوجائے۔

بعض حلال چیزیں انسان اپنے نفس کی خاطر، بعض اپنے دوستوں کی خاطر اور بعض سوسائٹی کی خاطر ہمیشہ چھوڑتا رہتا ہے۔ درحقیقت ایسے موقع پر ایک مومن کی یہ حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ اُس حلال کو خدا تعالیٰ کی خاطر چھوڑ دیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ چونکہ یہ کام میرے خدا کو پسند نہیں اس لئے میں یہ کام نہیں کرتا تا میرا خدا مجھ سے

ناراض نہ ہو۔ پس رُشد وہدایت یہ نہیں کہ طلاق کو عام کیا جائے بلکہ رُشد وہدایت یہ ہے کہ طلاق سے بچنے کی کوشش کی جائے۔

(تفسیر کبیر جلد2 صفحہ 520-519 ایڈیشن 1986ء)

عیسائیت میں طلاق کی تقریباً ممانعت ہے اور بدکاری کے سوا اس کو کسی اور وجہ سے جائز نہیں خیال کیا جاتا تھا جبکہ اسلام طلاق کو کئی اور وجوہات کی بنا پر بھی جائز قرار دیتا ہے لہٰذا ایک لمبے عرصہ تک مغرب اُس کا مذاق اُڑاتا رہا ہے اور اس کی مذمت کرتا رہا ہے۔ لیکن اب کچھ عرصہ سے مغربی معاشرہ میں طلاق اس قدر عام ہو چکی ہے کہ شادی ایک کھیل بن کر رہ گئی ہے اور عائلی زندگی ایک ”وقتی دوستی“ سے زیادہ نہیں رہی۔ اس صورتِ حال پر حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

”عملی نظریوں سے ایک طلاق کا مسئلہ ہے جو اسلام نے پیش کی اور جس پر مغرب نے مدتوں ہنسی اڑائی...... کہ یہ بڑے بے حیائی کی بات ہے کہ مرد اپنی بیوی کو چھوڑ دے۔ اور پھر وہی عورت ایک دوسرے گھر میں جا کر اپنی زندگی بسر کرنے لگے۔ مگر اب پچھلے تیس سال سے یورپ کے ہر ملک میں طلاق کے قانون پاس ہونے لگے ہیں۔ اور وہی مسئلہ جس کی مخالفت کی جاتی تھی اُس کی تائید کی جارہی ہے۔ پھر اسلام نے اگر طلاق کا مسئلہ رکھا تھا تو اس کے ساتھ کئی قسم کی شرطیں لگا دی تھیں جو عورت کے حقوق کی حفاظت کرتی تھیں۔ مگر یورپ کے بڑے بڑے فلسفیوں اور مصنّفوں نے اس پر ہنسی اڑائی کہ اس سے عورت اور مرد کی محبت کے حقوق کو تلف کر دیا گیا ہے۔ مگر اب انہی ہنسی اڑانے والوں کی یہ حالت ہے کہ ان کے ملکوں میں اس کثرت کے ساتھ طلاق کا رواج ہے کہ ”ٹائمز آف لنڈن“ میں مَیں نے ایک دفعہ خبر پڑھی کہ امریکہ کی فلاں عورت مری تو اس کے جنازے میں گیارہ خاوند شریک ہوئے...... اُس عورت نے اٹھارہ خاوند کئے تھے جن میں سے سترہ سے اُس نے طلاق لے لی...... گیارہ زندہ تھے جو اس احترام میں کہ کسی وقت یہ ہماری بیوی رہ چکی ہے اُس کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ پھر علیحدگی کی جو وجوہ بیان کی گئی تھیں وہ اور بھی حیرت انگیز تھیں۔ ایک وجہ یہ لکھی تھی... کہ میرا خاوند گھر میں آتا ہے تو مجھے چومتا نہیں۔ اس پر مجسٹریٹ نے لکھا۔ اُف اتنا غضب! یہ خاوند ہرگز عورت رکھنے کا مستحق نہیں۔...... ایک اور وجہ یہ لکھی تھی کہ... میں نے ناول لکھا ہے اور میرا خاوند کہتا ہے کہ یہ سخت بے ہودہ ہے۔ اس پر مجسٹریٹ نے کہا کہ یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ اب علیحدگی کے سوا چارہ نہیں...... اب امریکہ چلّا رہا ہے کہ ہمارے ملک میں طلاق اتنی سستی ہوگئی ہے کہ گھر برباد ہوگئے ہیں۔ خاوند دفتر سے چِڑا ہوا آتا ہے اور وہ بیوی سے ذرا اونچا بولتا ہے تو بیوی اٹھتی ہے اور... کہتی ہے کہ عدالت میں جا رہی ہوں تا کہ خاوند سے علیحدگی کا فیصلہ کراؤں۔

(تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ اوّل سورۃ مومنون آیت 75۔
صفحہ 209 ایڈیشن 1957ء)

کاسل میں تبلیغی میٹنگز اور نمائش

مؤرخہ 16 ستمبر کو شہر کاسل کے زیرِ اہتمام تمام مذہبی تنظیموں کی ایک میٹنگ بلوائی گئی جس میں DITIB ترک، عرب اسلامی مرکز، بوسنین، صومالین، کیتھولک، پروٹسٹنٹ، آرتھوڈوکس اور جماعت احمدیہ کاسل کے نمائندے شامل ہوئے جس میں تمام نمائندوں کی طرف سے کورونا وائرس کے دوران مذہبی پروگراموں اور عبادات کے قیام کے بارہ میں حاضرین کو آگاہ کیا گیا۔ اسی طرح تمام مذہبی جماعتوں کی طرف سے ایک دوسرے کے ساتھ مذہبی رواداری اور تعاون کی یقین دہانی کروائی گئی۔ نیز کاسل شہر میں مؤرخہ 24 ستمبر تا 30 ستمبر Interkulturellen Wochen 2020 کے تحت ہونے والے پروگراموں کے بارہ میں آگاہ کیا گیا۔

مؤرخہ 30 ستمبر کو کاسل شہر کی DITIB ترک Mevlana مسجد میں کاسل شہر کی انتظامیہ کے زیرِ اہتمام ایک بین المذاہب کانفرنس کا انعقاد کیا گیا جس کے لئے موضوع Zusammen Leben رکھا گیا تھا۔ اس پروگرام میں رومانین آرتھوڈوکس چرچ اور پروٹسٹنٹ چرچ کے 2 پادریوں کے علاوہ، بہائی مذہب اور رشین آرتھوڈوکس چرچ کے نمائندہ، دو ترک امام، ایک عرب امام اور جماعت احمدیہ کی طرف سے خاکسار کے ساتھ مکرم صہیب احمد ناصر صاحب مربی سلسلہ اور مکرم مقصود احمد شان صاحب نے نمائندگی کی۔ سب سے پہلے شہر کاسل کے مہتمم جناب Carsten Höhre نے پروگرام کے بارہ میں تعارفی کلمات کہے اور تمام شرکاء کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد Oberzwehren کی میئر محترمہ Friedrich نے افتتاحی کلمات کہے۔ اس کے بعد اس تقریب کے میزبان Mevlana Moschee کے نمائندہ نے مولانا مثنوی روم کی تحریرات کی روشنی میں مقررہ موضوع کے حوالہ سے گزارشات کیں۔ اس کے بعد مکرم صہیب احمد ناصر صاحب مربی سلسلہ نے سب سے پہلے جماعت احمدیہ کا تعارف کروایا پھر جماعت احمدیہ کی امن کے قیام اور نسل پرستی کے خلاف کی جانے والی کاوشوں کا ذکر کیا۔ آنحضرت ﷺ کے خطبہ حجۃ الوداع کا کچھ حصہ پیش کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات کی روشنی میں ہمسایوں اور دیگر مذاہب واقوام کے ساتھ اسلامی تعلیمات کو پیش کیا۔ نیز جماعت احمدیہ کی طرف سے بلا رنگ ونسل ومذہب وملت کی جانے والی خدمات انسانیت کے بارہ میں حاضرین کو آگاہ کیا گیا۔ یہ پروگرام تقریبا 4 گھنٹے تک جاری رہا جس میں 70 سے زائد جرمن افراد شامل ہوئے۔ اس موقع پر Mevlana مسجد کے کانفرنس ہال میں جماعت احمدیہ کی طرف سے تبلیغی لٹریچر پر مشتمل ایک سٹال بھی لگایا گیا نیز اسلام احمدیت کے بارہ میں Plakat پر مشتمل نمائش بھی لگائی گئی۔ 38 سے زائد افراد نے حضرت مسیح موعود ومہدی موعود علیہ السلام والا Plakat مکمل طور پر پڑھا اور تبلیغی لٹریچر بھی لیا۔

(ساجد احمد نسیم۔ صدر جماعت ومربی سلسلہ۔Kassel)

بلانے والا ہے سب سے پیارا

اعلانات وفات ودعائے مغفرت

مکرمہ ممتاز بیگم آریوبی صاحبہ

خاکسار کی اہلیہ محترمہ ممتاز بیگم آریوبی صاحبہ بنت مرحوم عبدالغفور صاحب قریباً چالیس برس کی طویل علالت کے بعد مؤرخہ 22 ستمبر 2020ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحومہ حضرت فقیر محمد خان صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعودؑ کی پوتی اور مکرم محمد اسماعیل صاحب کی ہمشیرہ تھیں۔ آپ افغانستان میں 1957ء میں پیدا ہوئی تھیں۔ آپ نے پسماندگان میں دو بیٹے مکرم عنایت اللہ آریوبی اور مکرم سید حکیم آریوبی اور دو بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔

(سید ابراہیم خان Griesheim فرانکفرٹ)

مکرم چوہدری نعیم احمد کاہلوں صاحب

خاکسار کے بہنوئی مکرم چوہدری نعیم احمد کاہلوں صاحب آف چک چھور مغلیاں سانگلہ ہل حال سڈنی آسٹریلیا 19 ستمبر 2020ء بروز ہفتہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کی نماز جنازہ اور تدفین 21 ستمبر کو سڈنی آسٹریلیا میں ہوئی۔ 25 ستمبر 2020ء کو بیت السبوح فرانکفرٹ جرمنی میں آپ کی نماز جنازہ غائب ادا کی گئی۔ مرحوم عرصہ دراز تک ماڈرن موٹرز کراچی اور راولپنڈی برانچ میں بطور مینیجر کام کرتے رہے۔ مرحوم نیک، رحم دل، غربا کی مدد کرنے والے، بذلہ سنج انسان تھے۔ جماعتی لٹریچر کا بھی خوب علم رکھتے تھے۔ مرحوم نے اپنے پیچھے بیوہ کے علاوہ ایک بیٹا اور دو بیٹیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔

(مرزا منصور احمد ابن محترم مرزا عبدالسمیع صاحب مرحوم Ginnheim فرانکفرٹ)

عزیزم وجاہت احمد سیال

خاکسار کا سب سے چھوٹا بیٹا عزیزم وجاہت احمد سیال مؤرخہ 30 اکتوبر 2020ء بروز جمعہ اچانک بقضائے الٰہی وفات پا گیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ عزیزم کو گھر پر علی الصبح تکلیف محسوس ہوئی، ڈاکٹر کو بلایا گیا لیکن جلد ہی خدا تعالیٰ کی تقدیر مبرم ظاہر ہوئی اور عزیزم اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گیا۔ عزیزم کی عمر محض 23 برس تھی اور Becholer کے آخری سمیسٹر میں تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے عزیز مرحوم نہایت سعادت مند، ذہین اور ہر کسی کے ساتھ ہمدردی رکھنے والا بچہ تھا۔ خدام الاحمدیہ کا فعّال رکن تھا، ہر موقع پر ڈیوٹی کرنے میں سب سے آگے ہوتا خصوصاً حضور انور ایدہ اللہ کی تشریف آوری پر تو دن رات بیت السبوح میں مستعد رہتا۔ خود بھی ایک اچھا کھلاڑی تھا اسی وجہ سے اطفال اور خدام کے ورزشی مقابلہ جات کا انچارج ہوتا۔ مرحوم کی نماز جنازہ 5 نومبر کو بیت السبوح میں جبکہ تدفین اگلے روز جنوبی قبرستان فرانکفرٹ میں ہوئی۔ (منیر احمد سیال، فرانکفرٹ)

محترمہ اقبال بیگم صاحبہ

ہماری پیاری دادی جان مکرمہ اقبال بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری نذیر احمد گھمن صاحب مؤرخہ 12/اپریل 2020ء کو بعمر 85 سال بقضائے الٰہی جرمنی میں وفات پا گئی ہیں۔

اناللہ وانا الیہ راجعون

مرحومہ کا تعلق پاکستان کے گاؤں موسے والا ضلع سیالکوٹ سے تھا۔ آپ نیک، صوم وصلوٰۃ کی پابند، تہجد گزار، مخلص اور باوفا خاتون تھیں۔ آپ کے خاص اوصاف میں آپ کا صابرہ اور شاکرہ ہونا شامل تھا۔ آپ کی زبان ہر وقت شکر و ذکر الٰہی اور دعاؤں سے تر رہتی۔ جب بھی آپ سے کوئی ملاقات کرنے آتا تو ملاقات کا آغاز اور اختتام بھی بہت سی دعائیں دینے سے ہوتا۔ مالی قربانی آپ کا خاص وصف تھا، غریبوں کے لئے خاص طور پر دل میں تڑپ رکھتیں، جب کسی ضرورت مند کی تکلیف کا سنتیں تو اس کی مدد کے لیے تیار ہو جاتیں۔ اپنے محدود مالی وسائل میں سے آپ کو متعدد رفاہی خدمات کی توفیق ملی۔ آپ کی وصیت تو نہ ہو سکی لیکن آپ اپنی آمد میں سے 1/10 یعنی وصیت ہی کے معیار پر اپنا چندہ تاوفات ادا کرتی رہیں۔ اپنے گاؤں موسے والا میں جب جماعت کے خلاف فسادات اور مخالفت ہوئی تو آپ نے جرأت اور دلیری سے تین دفعہ آگے بڑھ کر فسادات کو روکا اور بعد میں صلح کروانے اور معاملات کو رفع دفع کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ آپ باوفا، سلسلہ کا درد رکھنے والی اور خلافت کی فدائی خاتون تھیں۔ پسماندگان میں آپ نے ایک بیٹی اور تین بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ مؤرخہ 16/اپریل 2020ء کو آپ کی تدفین جرمنی کے ایک قصبے Lamerden میں عمل میں آئی۔

(عزیز احمد گھمن، حبیب احمد گھمن، منصور احمد گھمن مربّیان سلسلہ جرمنی)

محترمہ بلقیس اختر شہزادی صاحبہ

خاکسار کی والدہ بلقیس اختر شہزادی صاحبہ زوجہ ماسٹر سید اقبال صاحب مرحوم مؤرخہ 6/اکتوبر 2020ء بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحومہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ آپ صوم وصلوٰۃ، قرآن کریم کی تلاوت اور تہجد میں باقاعدہ تھیں۔ جماعتی خدمت بڑے جوش وجذبہ سے کرتی تھیں۔ جلسہ سالانہ ربوہ کے موقع پر ایک سال جب نان بائیوں نے ہڑتال کر دی تھی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ارشاد پر جن خواتین نے اس کارِ خیر میں حصہ لیا ان میں والدہ صاحبہ بھی شامل تھیں۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کرتی تھیں کہ ہم نے بڑے سے توے پر صبح سے شام تک روٹیاں بنائیں لیکن اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے تھکاوٹ کا گمان ہی نہ ہوا۔

آپ نے پسماندگان میں 4 بیٹے، 4 بیٹیاں اور 24 پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں چھوڑے ہیں۔ آپ کی نماز جنازہ 8 اکتوبر 2020ء کو مکرم صداقت احمد صاحب مبلغ انچارج جرمنی نے بیت السبوح فرانکفرٹ جرمنی میں پڑھائی۔ (ناصر احمد بلال جماعت Karben)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کے ساتھ مغفرت کا سلوک کرتے ہوئے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے، آمین

میرے بھائی جان

مکرم سیف علی شاہد صاحب مرحوم

خاکسار کے بڑے بھائی مکرم سیف علی شاہد صاحب چند روز پہلے 24 ستمبر کو سڈنی میں وفات پا گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم کی عمر 76 برس تھی وفات سے پہلے دو مہینے وہ سڈنی کے ایک ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ نمازجنازہ اتوار 27 ستمبر کو پڑھائی گئی تدفین مقبرہ موصیان سڈنی میں ہوئی اور تدفین کے بعد دعا مکرم انعام الحق کوثر صاحب امیر و مبلغ انچارج آسٹریلیا نے کروائی۔

مرحوم بھائی کی وفات کے بعد ایک درخشندہ باب ہماری فیملی کے لئے بند ہو گیا انہوں نے ساری فیملی کو یکجا کر کے رکھا ہوا تھا۔ بھائیوں کے ساتھ بہت مضبوط تعلق تو تھا ہی لیکن بچوں کے ساتھ بھی بہت گہرا تعلق تھا۔ محترم بھائی جان نے پہلے والدین کی بے انتہا خدمت کی۔ والدہ اور والد بہت بیمار رہے ان کا مکمل علاج معالجہ بڑی تندہی سے کرتے رہے خصوصاً والد صاحب کافی لمبا عرصہ بیمار رہے۔ بینک میں ملازم تھے لیکن کبھی ان کی دیکھ بھال میں کوتاہی نہیں ہونے دی۔ والدین کے ساتھ ساتھ ہم دونوں بھائیوں (خاکسار اور عزیزم عمر علی طاہر صاحب سابق مبلغ گیمبیا) کا بھی ہمیشہ خیال رکھا۔ اپنے بچوں کے سلسلہ میں بہت دکھ جھیلے لیکن صبر اور استقلال دکھایا کبھی معمولی سی لغزش نہ دکھائی۔ پہلے ان کے بڑے بیٹے عزیزم شاہد محمود 22 سال کی عمر میں بوجہ کینسر وفات پا گئے پھر دوسرے بیٹے عزیزم مبارک محمود مربی سلسلہ تنزانیہ میں بیمار ہوئے اور حضور انور کی ہدایت پر انہیں پاکستان لایا گیا تو کراچی میں ان کے علاج کے لئے ہر ممکن کوشش کی پھر عزیزم جب صحت یاب ہو کر ربوہ شفٹ ہوئے تو اس کی ہر ضرورت کا خیال رکھا۔ پانچ سال بعد جب دوبارہ کینسر لوٹ آیا تو اپنے چھوٹے بیٹے عزیزم انعام الرحمان وحید کو ربوہ بھیج دیا تا کہ مکمل خیال رکھا جاسکے۔ لیکن اللہ کی تقدیر مبرم ظاہر ہوئی اور عزیزم مبارک کی وفات ہوگئی تو بے انتہا صبر دکھایا اور ساتھ اس کی بیوی اور تین بچیوں کو بھی سنبھالا دیا اور اس کی فیملی کا تادمِ آخر ہر طرح خیال رکھا۔ اسی طرح جرمنی مقیم ان کے بیٹے عزیزم مظفر الاسلام جب بیمار ہوئے تو دو سال مسلسل سڈنی سے جرمنی آکر اس کی دیکھ بھال کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب وہ صحت یاب ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔ سڈنی میں اپنے بڑے بیٹے خالد محمود کے ساتھ مقیم تھے۔

اوائل عمر سے ہی دینی خدمت میں پیش پیش رہے۔ جماعت کنری سندھ کے کئی سال سیکریٹری مال رہے پھر قائد ضلع ناظم انصار اللہ اور امیر ضلع میر پور خاص رہے اور ہمیشہ اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لئے بے انتہا محنت کرتے اور اسی وجہ سے مرکز میں تمام عہدیداران سے آپ کا رابطہ رہتا خصوصاً اندرون سندھ جماعتوں کے متعلق آپ کی رائے صائب مانی جاتی تھی۔ ان سب خدمات اور فرائض کی بجا آوری میں آپ کی اہلیہ کا بھی بہت حصہ تھا۔

محترم بھائی جان بہت منکسر المزاج تھے عاجزی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ میرے چھوٹے بھائی بتاتے ہیں کہ آپ نبی سر روڈ سندھ میں مسلم کمرشل بینک میں منیجر تھے تو میرے سامنے ایک کلرک نے آپ کو مخاطب کر کے کہا منیجر صاحب آپ بڑے آدمی ہیں آپ کا نام ہے یہ کیا کہ اپنے دو بھائی مولوی بنادئے ہیں بھائی جان نے بڑی متانت سے کہا کہ تمہیں کیا پتا کہ میں تو ان کی وجہ سے ہی اس مقام پر ہوں۔ پھر باوجود اس کے کہ ہم ان سے چھوٹے تھے لیکن ہمیں عزت اور احترام کے ساتھ مخاطب کرتے۔ اس غم کی گھڑی میں بے شمار احباب نے ہمارے ساتھ اظہارِ تعزیت کیا اور ہماری ڈھارس بندھائی۔ ہم ان سب کے تہ دل سے ممنون ہیں۔

(حید علی ظفر، مربی سلسلہ و نائب امیر جماعت جرمنی)

بقیہ: مادرِ مہربان از صفحہ 32

قبولِ اسلام

ایک روز جب ان سے ملنے ان کے ہاں گیا تو انہوں نے پوچھا کہ مسلمان ہونے کا طریقہ کیا ہے۔ خاکسار نے بتایا کہ کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ پڑھنے سے انسان اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ انہوں نے پھر مسلمان ہونے کے لئے خاکسار کے ساتھ آہستہ آہستہ کلمہ دہرایا۔ پھر پوچھا کہ حضرت نبی کریم ﷺ کی پہلی اہلیہ کا نام کیا تھا؟ انہیں بتایا گیا کہ حضرت خدیجہؓ۔ تو کہنے لگیں میرا پھر اب سے یہی نام ہے۔ ساتھ ہی اس افسوس کا بھی اظہار کیا کہ عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے وہ کوئی نمایاں دینی خدمت سرانجام دینے کی اب استطاعت نہیں رکھتیں۔ جرمن ترجمہ کے ساتھ قرآن مجید ان کے پاس پہلے سے موجود تھا۔ ان کی اور دیگر جرمن دوستوں کی دلچسپی اور درخواست پر اردو کلاس کا بھی بلدیہ کی طرف سے عوامی سکول کے تحت انتظام کیا گیا جس میں خاکسار کو معلم مقرر کیا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے لئے دلی عقیدت رکھتی تھیں اور احمدیت یعنی حقیقی اسلام پر انہیں کامل یقین تھا۔ وہ دل کی گہرائیوں سے مبایعہ تھیں لیکن تحریری کارروائی کی نوبت ہی نہ آسکی۔ کچھ ہی عرصہ بعد انہیں ایک اولڈ ہوم میں منتقل کر دیا گیا۔ اور کلاس بھی ایک سمسٹر کے بعد ختم ہوگئی، ڈیٹا پروٹیکشن کے قوانین کی پابندی اور ہمارے درمیان کسی خونی رشتہ کے نہ ہونے کے باعث ان سے رابطہ منقطع ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد ایک ان کی دُور کی رشتہ دار سے پتہ چلا کہ وہ اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئی ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے دَر سے اُمید ہے کہ وہ ان سے مغفرت کا سلوک فرمائے گا۔ ان کی براہِ راست نیک یادیں مہدی آباد کے اُس وقت کے تمام احمدیوں کے دلوں میں محفوظ ہیں۔ جن میں سے بعض اگرچہ دوسرے ممالک میں بھی منتقل ہو گئے لیکن دورانِ گفتگو جب بھی اس مادرِ مہربان کا ذکر آتا ہے تو تشکر کے جذبات کے ساتھ "ماما" کے لئے ان سب کے دِلوں سے مغفرت کی دعا نکلتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھَا، وَارْحَمْھَا، وَعَافِھَا، وَاعْفُ عَنْھَا

حالاتِ حاضرہ

ملکی و عالمی خبریں

(قمر احمد عطا)

کورونا وائرس کی دوا

جرمنی کے وزیر صحت نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ کورونا وائرس کے لئے ویکسین کی تیاری چند ماہ تک مکمل ہوجائے گی اور ان کی توقع کے مطابق اگلے برس پہلی سہ ماہی میں حفاظتی ٹیکے کے طور پر دستیاب ہوگی۔ انہوں نے واضح کیا کہ ویکسین یعنی حفاظتی ٹیکے لگانا ہر شخص کی اپنی صوابدید پر ہوگا۔ اطلاعات کے مطابق جرمن حکام کوشش کر رہے ہیں کہ ویکسین کی دستیابی پر سب سے قبل ہائی رسک گروپ کے افراد یعنی ایسے لوگ جنہیں بیماری لاحق ہونے کا سب سے زیادہ خطرہ ہے۔ اُنہیں اور ان کے علاوہ نرسنگ ہوم کے لوگ، بڑی عمر کے افراد نیز صحت کی دیکھ بھال کے شعبہ سے منسلک افراد کو اس حفاظتی ویکسین سے استفادہ کرنے کی ترجیح حاصل ہوگی۔ یاد رہے کہ جرمنی میں متعدد ادویات بنانے والی کمپنیاں حکومتی مدد کے ساتھ کئی ملین یورو کے تحقیقی فنڈز کے ساتھ کورونا وائرس کی ویکسین تیار کرنے کے منصوبوں پر کام کر رہی ہیں۔ اس سے قبل روس نے ماہ اگست رواں سال میں دوا تیار کرنے اور رجسٹرڈ کروانے کا اعلان کیا تھا۔ جسے دنیا بھر کے سائنسدانوں نے شکوک وشبہات اور تنقیدی نگاہ سے دیکھا تھا۔ کورونا وائرس کی ویکسین کی تیاری کے لئے امریکہ، چین اور کئی ایک دیگر ممالک میں بھی تیزی سے ریسرچ کا کام ہورہا ہے۔ اس سلسلہ میں ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن (WHO) نے ایک بیان میں کہا ہے کہ وہ کسی بھی ایسی ویکسین کو منظور نہیں کرے گی جس کے متعلق تمام ثبوت مہیا نہ ہوں کہ وہ محفوظ اور مؤثر ہے۔

بریگزٹ کے بعد!

برطانیہ کے ہوم آفس نے یورپین شہریوں کو برطانیہ میں داخلہ کے لئے اگلے برس سے بدل جانے والے قواعد وضوابط سے آگاہی کے لئے ایک اعلامیہ جاری کیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ یورپین ممالک کے شہری علاوہ ازیں سوئٹزرلینڈ، آئس لینڈ، لشٹن شٹائن اور ناروے سے تعلق رکھنے والے باشندے یکم اکتوبر 2021ء سے صرف قومی شناختی کارڈ دکھا کر برطانیہ میں داخل نہ ہوسکیں گے بلکہ ان تمام ممالک کے باشندوں کے لئے پاسپورٹ دکھانا لازمی ہوگا۔ ہوم آفس نے واضح کیا ہے کہ بریگزٹ ٹرانسیشن پیریڈ 31دسمبر 2020ء کو ختم ہورہا ہے جس کے بعد یورپین شہری بغیر ویزہ کے تو یوکے میں محدود مدت یا تعطیلات گزارنے کے لئے داخل ہوسکتے ہیں تاہم اکتوبر 2021ء سے انٹری کے لئے شناختی کارڈز قبول نہیں کئے جائیں گے۔ بریگزٹ عبوری مدت کے اختتام پر برطانوی شہریوں کے لئے بھی یورپین یونین کے ممالک کے سفر کے واسطے بعض تبدیلیاں نافذ العمل ہوجائیں گی۔ تاہم وہ بھی 31 دسمبر 2020ء تک بغیر ویزہ کے ضابطہ کے مطابق موجود پاسپورٹ کے ساتھ ان ممالک کا سفر اختیار کرسکتے ہیں۔ یکم جنوری 2021ء سے برطانوی شہریوں کو سفر کے لئے ایسے پاسپورٹ کی ضرورت ہوگی جو کم ازکم چھ ماہ تک کارآمد (Valid) ہو۔ ہوم آفس نے برطانیہ کا سفر کرنے والے شہریوں کو خبردار کیا ہے کہ یورپین یونین

سے اخراج کے بعد بارڈر پر انہیں ای یو لائن کی بجائے دوسری قطار میں لگنا پڑے گا۔ممکن ہے کہ انہیں واپسی ٹکٹ اور قیام کے اخراجات کے لئے مناسب رقم بھی بطور ثبوت دکھانی پڑے۔ ان کے پاسپورٹوں میں دخول واخروج کی مہریں بھی لگائی جائیں گی۔

گیس پائپ لائن کا منصوبہ

جرمن وفاقی وزیر برائے اقتصادی امور جناب پیٹر آلٹ مائر نے دنیا کی لمبی ترین گیس پائپ لائنوں میں سے ایک 'نارتھ سٹریم ٹو' منصوبہ کو مکمل کرنے کے عزم کو دہرایا ہے۔ ایک اخباری انٹرویو میں یورپ کی بڑھتی ہوئی توانائی کی ضرورت کے لئے اسے نہایت اہم قرار دیا۔ 10بلین یورو کے اس منصوبے میں روسی گیس کمپنی 51فیصد، دو جرمن کمپنیاں 15 فیصد، فرانس اور سوئٹزرلینڈ کی ایک ایک کمپنی 9فیصد شراکت کے ساتھ شامل ہیں۔ اس منصوبہ کے تحت یورپ کو 55بلین کیوبک میٹر گیس سالانہ حاصل ہوگی۔ روس میں قدرتی گیس کا سب سے بڑا ذخیرہ ہے۔ اس پائپ لائن کی کل لمبائی 1230 کلومیٹر ہے جس میں دولاکھ پائپ کے ٹکڑے استعمال کئے جارہے ہیں جن میں سے ہر ٹکڑے کی لمبائی 12میٹر اور وزن 24ٹن ہے جبکہ پائپ لائن کا قطر تقریباً 1.20 میٹر ہے جسے روزانہ تین کلومیٹر کی بنیاد پر بحری جہازوں کی مدد سے سمندر میں بچھایا جارہا ہے۔ اس منصوبہ کی ایک بڑی وجہ بجلی کی پیداوار کو کوئلے سے ہٹا کر قدرتی گیس پر منتقل کرنا ہے۔

کھیل کے میدان سے

جرمنی کی قومی فٹبال ٹیم آج کل UEFA نیشنز لیگ کے مقابلوں میں حصہ لے رہی ہے۔ یہ مقابلے ہر دو سال کے بعد یورپین یونین آف فٹبال ایسوسی ایشن جو کہ یورپ میں سپورٹس گورننگ باڈی ہے کے زیر انتظام منعقد کئے جاتے ہیں۔ اس سلسلہ کا پہلا ٹورنامنٹ 2018ء میں کھیلا گیا جو ورلڈ کپ فٹبال کے بعد منعقد ہوا اور اس میں 55 یورپین ممالک کی قومی ٹیموں نے شمولیت کی۔ کوسووو کو بھی ان میں شامل کیا گیا۔ ٹیموں کو چار ڈویژنوں میں جنہیں لیگ کا نام دیا گیا، تقسیم کیا گیا۔ امسال 162 میچز کا انعقاد ہوگا۔ فٹبال نیشنز لیگ اس طرح سے کمرشل ویلیو یعنی تجارتی فائدے میں اضافے کے ساتھ تماشائیوں کی دلچسپی بڑھانے کا بھی سبب بن جائے گی۔ جرمنی نے اب تک لیگ اے کے چوتھے گروپ میں پہلے راؤنڈ کے اپنے تین میچ مکمل کرلئے ہیں۔ ابھی تک جرمنی کی ٹیم کی کارکردگی اچھی نہیں دکھائی دی۔ نیشنل کوچ اور ٹرینر نے ورلڈ چیمپئن شپ2018ء کے بعد پرانے کھلاڑیوں کی جگہ بعض نئے نوجوان کھلاڑی شامل کئے ہیں تاکہ 2021ء کے یورپین چیمپئن شپ کے لئے ایک مضبوط ٹیم تیار ہوجاوے۔

یورپین کلب چیمپئن شپ کے جیتنے کا اعزاز حاصل کرنے کے علاوہ ایف سی بائرن نے اس سال جرمنی کی قومی فٹبال لیگ (بنڈس لیگا) میں بھی کامیابی حاصل کی ہے اور جرمن فٹبال چیمپئن شپ کا ٹائٹل 30مرتبہ جیتنے کا ریکارڈ قائم کیا ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے 20ویں مرتبہ DFB جرمنی فٹبال ایسوسی ایشن کپ بھی جیتا ہے۔ محض چیمپئنز لیگ کی جیت سے کلب کو 130ملین یورو کی آمدنی ہوئی ہے۔ ایف سی بائرن کے لئے یہ سال تاریخی ہے، اُنہوں نے نہ صرف کھیل کے میدان میں ''ٹرپل'' کیا یعنی تین اہم ٹائٹل جیتے بلکہ ان کے تین کھلاڑیوں کو یورپین فٹبال فیڈریشن نے اس سال کے یورپ کے بہترین فٹبالر کے اعزازات سے بھی نوازا ہے۔ بائرن کلب کے ٹرینر اور کوچ کو سال رواں کا بہترین ٹرینر قرار دیا گیا۔

کورونا وبا کی پابندیوں کی وجہ سے یہ تمام مقابلے تماشائیوں سے خالی سٹیڈیم میں منعقد ہوئے تاہم ٹیلی ویژن پر براہ راست دکھائے گئے جنہیں کئی ملین افراد نے دیکھا۔

سیارچے سے نمونے لانے والے جہاز کی کامیابی

امریکی خلائی ادارے ناسا کے سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ وہ سن 2016ء میں بھیجے جانے والے اُس خلائی جہاز کو زمین پر لانے میں کامیاب ہوجائیں گے جسے خلا میں سورج کے گرد گھومتے 550 میٹر چوڑے چٹان نما سیارچے 'بینو' سے نمونے جمع کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔

اس جہاز نے تین سو بیس ملین کلومیٹر کا طویل سفر کامیابی سے طے کر کے منگل بیس اکتوبر کو بینو تک رسائی حاصل کی تھی۔ یہ مشن اپنے بنیادی مقصد میں تو کامیاب ہو گیا تھا لیکن منزل پر پہنچ کر خلائی جہاز نے سیارچے بینو کی سطح سے اپنی وزن اٹھانے کی صلاحیت سے زیادہ نمونے جمع کرلیے تھے جس کی وجہ سے اس کا ایک دروازہ بند نہیں ہو رہا تھا لیکن سائنسدان اس کی واپسی کے سفر کو شروع کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔

اس چٹان کے نمونے لینے کے لیے جس خلائی جہاز کو روانہ کیا گیا، اس کا نام 'اوسیرس ریکس' ہے۔ یہ خلائی جہاز صرف ساٹھ گرام تک نمونے بھی ساتھ لے آتا ہے تو یہ تجزیے کے لیے کافی ہوں گے۔ ان ٹکڑوں کی مکمل ہیئت اسی وقت معلوم ہوگی جب اوسیرس ریکس ستمبر سن 2023ء میں واپس زمین پر پہنچے گا۔

(بشکریہ: www.dw.com،www.bbc.com)

بقیہ: نوبل انعام از صفحہ 31

مشہور ہے۔ نوبل انعام کی طرح اس کے حقدار کا انتخاب اور انعامی رقم وغیرہ کا تعین بھی نوبل فاؤنڈیشن ہی کرتی ہے۔

سال 2020ء کا اکنامکس نوبل ایوارڈ مشترکہ طور پر امریکہ کے دو ماہرین معاشیات Paul R. Milgrom اور Robert B. Wilson کو auction theory کو بہتر بنانے اور نیلامی کے جدید اصول وضع کرنے پر دیا گیا۔ ان کی نظریاتی دریافت نے نیلامی کے قواعد کو ایسا بہتر بنایا ہے کہ دنیا بھر کے خریدار، فروخت کنندگان اور ٹیکس ادا کرنے والے افراد اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

نوٹ: صفحہ اوّل کی پیشانی پر دی گئی تصویر میں نوبل انعامات کی تعداد سالانہ ہونے کے باوجود تعداد کم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ چند سال یہ ایوارڈ نہیں دیا گیا تھا جس میں خاص طور پر دونوں عالمی جنگوں کا دورانیہ بھی شامل ہے۔

Ihr KFZ - GUTACHTER

Zafar Khan

Sachverständiger für Kraftfahrzeuge aller Art

Mobiler Vor-Ort-Express-Service im Rhein-Main-Gebiet

- ✓ Kostenlose **Beratung** nach einem Verkehrsunfall
- ✓ **Komplettservice** für die Schadenabwicklung
- ✓ Erstellung eines unabhängigen **Unfallgutachtens**
- ✓ **Direkte Abrechnung** mit der gegnerischen Versicherung

Kostenlose **Gutachtenhilfe:**

Falls Sie mit dem erstellten Gutachten der Versicherung nicht zufrieden sind oder es nicht ihrer Erwartung entspricht, können Sie **kostenlos** das Gutachten bei uns überprüfen lassen.

Frankfurter Str. 135
63303 Dreieich
Tel:06103-9883103
Fax:06103-9883101
Mobil:0172-9825124
E-Mail: kb3eich@gmail.com

غالب کے خطوط

(حاصل مطالعہ: مدبر احمد خان)

اسد اللہ خاں غالبؔ بے شک اردو کے دو عظیم شاعروں میں سے ایک ہیں۔ البتہ غالبؔ اردو نثر کے بھی امام تھے۔ مثلاً جس طرح غالبؔ نے 1857ء کے غدر اور غدر کے بعد کا نقشہ کھینچا ہے وہ نہ صرف تاریخی اعتبار سے بہت قیمتی ہے بلکہ نثر نگاری کا بھی اہم حوالہ ہے۔ اس ضمن میں ایک نسبتاً معروف عبارت دیکھیے۔

”کل پنج شنبہ 25 مئی کو اوّل روز پہلے بڑے زور کی آندھی آئی، پھر خوب مینہ برسا۔ وہ جاڑا پڑا کہ تمام کُرّہ زمہریر ہوگیا۔ بڑے دریچے کا دروازہ ڈھایا گیا۔ قابل عطار کے کوچے کا بقیہ مٹایا گیا۔ کشمیری کٹرے کی مسجد زمین کا پیوند ہوگئی۔ سڑک کی وسعت دو چند ہوگئی۔ اللہ اللہ گنبد مسجدوں کے ڈھائے جاتے ہیں اور ہنود کی ڈیوڑھیوں کی جھنڈیوں کے پرچم لہرائے جاتے ہیں۔ ایک شیر زور آور پلیتن بندر پیدا ہوا ہے۔ مکانات جابجا ڈھاتا پھرتا ہے۔ فیض اللہ خاں بنگش کی حویلی پر جو جو گلدستے ہیں جس کو عوام گمزی کہتے ہیں، ان میں سے ہلاہلا کر ایک ایک کی بِنا ڈھادی۔ اینٹ سے اینٹ بجادی۔ واہ رے بندر، یہ زیادتی اور شہر کے اندر“۔

(1857 مجموعہ خواجہ حسن نظامی۔ سنگِ میل پبلیکیشنز، لاہور، 2007۔ ص۔ 447 تا 448)

غالبؔ کے خطوط بھی اردو نثر کا بہترین نمونہ ہیں۔ اور ان خطوط کو اردو نثر کا آغاز کہا جاتا ہے۔ لطفِ زبان، محاورے اور کہاوتوں سے سجی ہوئی، کہیں مقفّیٰ مگر ہمیشہ برجستہ، ظریفانہ اور مکالماتی رنگ کی نثر کہ ایسا لگتا ہے کوئی آمنے سامنے بیٹھ کر باتیں کر رہا ہو۔ غالبؔ خود اپنے خطوط کی طرزِ تحریر کے بارے میں اپنے خط میں یوں رقم طراز ہیں: ”میں نے وہ اندازِ تحریر ایجاد کیا ہے کہ مراسلے کو مکالمہ بنا دیا ہے۔ ہزار کوس سے بزبانِ قلم باتیں کیا کرو۔ ہجر میں وصال کے مزے لیا کرو۔“

(انتخاب خطوطِ غالب۔ مرتب خلیق انجم، مونومینٹل پبلشرز، نئی دہلی۔ 1889۔ ص۔ 27 تا 28)

ذیل میں غالب کے خطوط سے چند نمونے پیش ہیں۔

مرزا ہرگوپال تفتہؔ کے نام

کیوں صاحب!

روٹھے ہی رہو گے یا منو گے بھی؟ اور اگر کسی طرح نہیں منتے تو روٹھنے کی وجہ تو لکھو۔ میں اس تنہائی میں صرف خطوں کے بھروسے جیتا ہوں۔ یعنی جس کا خط آیا، میں نے جانا کہ وہ شخص تشریف لایا۔ خدا کا احسان ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا، جو اطراف و جوانب سے دو چار خط نہیں آ رہتے ہوں بلکہ ایسا بھی دن ہوتا ہے کہ دو دو بار ڈاک کا ہرکارہ خط لاتا ہے۔ ایک دو صبح کو اور ایک دو شام کو۔ میری دل لگی ہو جاتی ہے۔ دن ان کے پڑھنے اور جواب لکھنے میں گزر جاتا ہے۔ یہ کیا سبب دس دس بارہ بارہ دن سے تمہارا خط نہیں آیا۔ یعنی تم نہیں آئے۔ خط لکھو، صاحب۔ نہ لکھنے کی وجہ لکھو۔ آدھ آنے میں بخل نہ کرو۔ ایسا ہی ہے تو بے رنگ بھیجو۔

(سوموار 27 دسمبر 1858ء ایضاً۔ ص۔ 113)

خواجہ غلام غوث خاں بے خبرؔ کے نام

قبلہ!

کبھی آپ کو یہ بھی خیال آتا ہے کہ کوئی ہمارا دوست غالبؔ کہلاتا ہے۔ وہ کیا کھاتا پیتا ہے اور کیوں کر جیتا ہے؟ پنسنِ قدیم اکیس مہینے سے بند اور میں سادہ دل فتوحِ جدید کا آرزو مند۔ اُس پنسن کا احاطہ پنجاب کے حُکام پر مدار ہے۔ سو اُن کا یہ شیوہ اور یہ شعار ہے کہ نہ روپیہ دیتے ہیں، نہ جواب، نہ مہربانی، نہ عتاب۔ خیر اس سے قطع نظر کی۔ اب سنیے اُدھر کی۔ 1856ء سے بموجب تحریرِ وزیر عطیہ شاہی کا امیدوار ہوں۔ تقاضا کرتے ہوئے شرماؤں، اگر گنہگار ہوں، گنہگار ٹھہرتا تو گولی یا پھانسی سے مرتا۔ اس بات پر کہ میں بے گناہ ہوں، مقید اور مقتول نہ ہونے سے آپ اپنا گواہ ہوں (۔۔۔) یہ سب ایک طرف، اب خبریں ہیں مختلف۔ کہتے ہیں کہ چیف سکرتر بہادر لفٹننٹ گورنر ہوئے۔ یہ کوئی نہیں کہتا ان کی جگہ کون سے صاحبِ عالی شان سکرتر ہوئے۔ مشہور ہے کہ جناب ولیم میور صاحب بہادر صدر بورڈ میں تشریف لے گئے۔ یہ کوئی نہیں بتاتا کہ لفٹننٹ گورنری کے سکرتری کا کام کس کو دے گئے۔ آپ کا حال کوئی نہیں کہتا کہ آپ کہاں ہیں۔ ہاں از روئے قیاس جانتا ہوں کہ آپ اسی منصب اور اسی دفتر میں شاد و شاداں ہیں۔ جو اب لفٹنٹی کے سکرتر ہوئے ہوں گے اُن سے علاقہ رہتا ہوگا۔ میور صاحب سے بہادر سے کاہے کو ملنا ہوتا ہوگا۔ لفٹنٹ گورنر اور صدر بورڈ، یہ دونوں محکمے الٰہ آباد آ گئے یا آئیں گے۔ بہر حال آپ کیوں آگرے کو جائیں گے (۔۔۔) میں تو ادھر سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا، ہر طرح اپنی قسمت کو رو بیٹھا۔ مگر یہ چاہتا ہوں کہ حقیقتِ واقعی پر کما حقہ اطلاع حاصل ہو تا کہ تسلیِ خاطر اور تسکینِ دل ہو۔ اگر ان مطالب کا جواب نہ مجمل بلکہ مفصل، نہ دیر بلکہ جلد مرحمت کیجیے گا تو گویا مجھ کو مول لے لیجیے گا۔ زیادہ اس سے کیا لکھوں؟

(30 جنوری 1859۔ ایضاً۔ ص۔ 155 تا 156)

Absicherung, Altersvorsorge, Vermögensaufbau, Bausparen: Unser Angebot umfasst alles, was Sie und Ihre Familie für die Zukunft brauchen. Bei uns erhalten Sie individuelle Lösungen basierend auf dem bewährten Allfinanzkonzept.
Dafür stimmen wir Bankdienstleistungen, Versicherungen, Vorsorgeprodukte, Investmentanlagen oder Finanzierungen individuell aufeinander ab. So schaffen wir die Grundlage für einen langfristigen Plan, mit dem Sie Schritt für Schritt Vermögen aufbauen. Profitieren Sie von unserer weitreichenden Erfahrung und Kompetenz.

Nehmen Sie Kontakt auf und lassen Sie sich beraten.

Deutsche Vermögensberatung

Büro für
Deutsche Vermögensberatung

Mohammad Eijaz

Rüsselsheimerstr. 22
60326 Frankfurt am Main
Telefon 069 40955984
Mobil 0172 3567927
Mohammad.Eijaz@dvag.de

GÜLTIG BIS ZUM 30.11.2020

Basra Asian Food

Since 2001

Hauslieferung

حلال
100% HALAL

تازہ حلال گوشت

Cash & Carry

وقت اور پیسہ دونوں بچائیں۔ گھر بیٹھے گروسری ہم سے منگوائیں

Wir bieten Ihnen typische Asia Spezialitäten aus asiatischen Ländern wie Pakistan, Indien, Afghanistan, Iran, Thailand...

Genießen Sie Grosshandel Preise im Einzelhandel

TOP ANGEBOT

Shezan Shan Lipton National Haldiram's Rubicon TRS KTC

تازہ سبزیاں مناسب قیمت پر دستیاب ہیں

Kolson Slanty100g	3x100g	2€
Shezan Sarson Ka Saag	800g	2,49€
Johar Joshanda Tea qarshi		5,49€
Sooper Egg&Milk Cookies		0,99€
PG Tea Bags	240bags	5,99€
Aashirvaad Aatta	10kg	12,49€
Schani chana dal	2kg	3,99€
Basra Chappatti chakki Aatta	10kg	6,49€
TRS Gramflour Besan	2kg	3,89€
Heer Long Grain Basmati Reis	10kg	20,99€
Fair and lovely		1,99€

https://basraasianfood.de/

BESTELLEN SIE ONLINE LANDESWEITE LIEFERUNGEN

BESUCHEN SIE UNSEREN SHOP MONTAG BIS SAMSTAG VON 0900 - 2000 UHR

KONTAKTIEREN SIE UNS

BASRA ASIAN FOOD
KALBACHER HAUPTSTRAßE 12
60437 FRANKFURT AM MAIN

BESTELLSERVICE PER WHATSAPP
TEL: 0176 434 504 10
SHOP: 0157 516 358 94

Monthly
Germany
AKHBAR-E-AHMADIYYA

VOL 21 | ISSUE 11 | NOVEMBER 2020

ISSN : 2627-5090
Tel : +49 6950688722
Fax : +49 6950688722
Editor : Muhammad Ilyas Munir